ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

37

11 تا 17 شوال 1431ھ/21 تا 27 ستمبر 2010ء

اس شمارے میں

گرینڈ گیم

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے......

اصلاح احوال چاہنے والوں کو مسترد کرنے والوں کا انجام

حادثات وسانحات اور ایمانی رویہ

پنجابی مولوی کا نصاب تعلیم؟

اصل مسئلہ قرآن مجید کو حَکَم بنانا ہے

رگوں میں دوڑتی ہوئی کرپشن

”ابّی جان کی ڈائری سے“

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

پاکستان کا آئین سیکولر ہوگا یا اسلامی؟
قائداعظم کا دوٹوک جواب

پاکستان رمضان المبارک کی 27ویں شب کی مبارک ساعتوں میں معرضِ وجود میں آیا لیکن پاکستان کے چند سیکولر دانشور قائداعظمؒ کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کی غلط تاویلات کر کے اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنانا چاہتے ہیں۔ یہی کوشش اُس وقت بھی ہوئی تھی جب قائداعظم ابھی حیات تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے اپنے خطاب میں اس سوچ کی سختی کے ساتھ تردید کرتے ہوئے فرمایا:

Islamic principles today are as applicable to life as they were thirteen hundred years ago. He could not understand a section of the people who deliberately wanted to create mischief and propaganda that the constitution of Pakistan would not be made on the basis of Shariat.

یعنی اسلامی اصول آج بھی ہماری زندگی کے لیے اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے قابل عمل تھے۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ لوگوں کا ایک گروہ جان بوجھ کر فتنہ اندازی سے یہ بات کیوں پھیلانا چاہتا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کی بنیاد پر مدوّن نہیں کیا جائے گا۔

لہٰذا اب مسلمانانِ پاکستان کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنا کر قائداعظم کی خواہش کی تکمیل کریں۔ یہ اُن کا دینی، ملی اور قومی فریضہ بھی ہے۔

تنظیمِ اسلامی

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

امیر: حافظ عاکف سعید

دفتر: A-67، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور۔ فون: 3636638

الھدیٰ (434)

سورۃ التوبہ

(آیات:34،35)

ڈاکٹر اسرار احمد

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

’’مومنو! (اہل کتاب کے) بہت سے عالم اور درویش لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور (ان کو) راہ اللہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس دن کے عذاب الیم کی خبر سُنا دو۔ جس دن وہ (مال) دوزخ کی آگ میں (خوب) گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔‘‘

یہ آیت بہت اہم ہے۔ اس لیے کہ امتوں میں علماء اور احبار، صوفیاء جیسے مذہبی پیشواؤں کا ایک طبقہ بن جاتا ہے۔ اگر ان لوگوں میں دنیا اور مال کی محبت آجائے اور دین کے کام کے سلسلہ میں دیئے گئے تحائف اور ہدیوں سے یہ دولت جمع کرنے لگیں اور جائیدادیں بنائیں تو یہ آسمان کی چھت کے نیچے بدترین مخلوق ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں پر ایک وقت آجائے گا کہ اسلام میں اس کے نام کے سوا کچھ نہیں بچے گا۔ قرآن کا صرف رسم الخط رہ جائے گا۔ اُن کی مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی اور ان کے علماء آسمان کی چھت کے نیچے بدترین انسان ہوں گے، انہی میں سے فتنہ برآمد ہوگا اور انہی میں گھس جائے گا۔ فرمایا، بہت سے علماء اور درویش ایسے ہیں کہ وہ لوگوں کا مال باطل طریقے سے ہڑپ کرتے ہیں، اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ یعنی اگر کسی طرف سے حق کی آواز اُٹھتی ہے، کوئی اللہ کا بندہ لوگوں کو دین کی طرف بلاتا ہے تو انہیں اپنی مسندیں خطرے میں نظر آتی ہیں، اور وہ نہیں چاہتے کہ ہمارے عقیدت مند کسی اور کی دعوت کا رُخ کریں۔ کیونکہ انہی کے نذرانوں سے اُن کی جائیدادیں بن رہی ہیں، بڑے بڑے اثاثے بن رہے ہیں۔ آگے نبیؐ سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے پاس سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں اُسے خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب کی بشارت سنا دیجئے۔ یہ وہ آیت ہے جس کے حوالے سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی یہ رائے قائم ہوگئی تھی کہ آدمی کا سونا اور چاندی اپنے پاس رکھنا مطلقاً حرام ہے۔ انہوں نے اِسے ظاہری الفاظ پر محمول کیا۔ مگر خلافت راشدہ کے نظام میں جس پر تمام امت جمع تھی، اس رائے کو انتہا پسندانہ موقف قرار دیا گیا۔ کیونکہ دین کا عام قانون یہ ہے کہ انسان حلال ذریعے سے کمائے اور اس میں سے اللہ کی راہ میں بھی خرچ کرے تو اس کا وہ اجر پائے گا۔ باقی کمائی ہوئی دولت وہ اپنے پاس رکھتا ہے تو حرام نہیں ہے، بلکہ اُس کے بعد وہ اس کی اولاد کو منتقل ہو جائے گی۔ قانون وراثت پر عمل ہوگا۔ اگر دولت کا اپنے پاس کچھ رکھنا ہی صحیح نہ ہو تو پھر وراثت کس چیز میں ہوگی۔ اس لیے قانون تو وہی ہے کہ اپنے پاس مال رکھنا حرام نہیں ہے۔ اگرچہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، ’’قل العفو‘‘ کی تعلیم دی گئی ہے مگر یہ ایک روحانی اور اخلاقی تعلیم ہے کہ جمع نہ کرو، اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو، ورنہ جو مال بھی آپ نے حلال طریقے سے کما کر جمع کیا ہے اور اس کی زکوٰۃ بھی آپ نے ادا کردی ہے تو ایسا مال آپ اپنے پاس رکھ سکتے ہیں خواہ وہ سونے اور چاندی کی شکل میں ہو یا کسی دوسری شکل میں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنی بات پر اڑے ہوئے تھے اور اس سے مسلمانوں کے اندر ایک انتشار پیدا ہو رہا تھا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ وہ مدینے سے باہر چلے جائیں۔ اس حکم کے نتیجے میں وہ باہر صحرا میں کُٹیا ڈال کر رہنے لگے۔

میرے نزدیک اس آیت کے اصل محل اور مقام کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ بات ان لوگوں سے متعلق ہے جو دین کا کام کر رہے ہیں، جو ’’احبار‘‘ اور ’’رہبان‘‘ ہیں۔ یہ لوگ اپنا وقت، اپنی صلاحیتیں اور اپنی قوتیں دین کے کام میں لگائے ہوئے ہیں۔ عام لوگوں کا معاملہ اور ہے۔ وہ کاروبار کرتے ہیں۔ مثلاً کسی کی دکان ہے، کسی کا بزنس ہے، کسی کا کوئی اور پیشہ ہے، اِسی کے حوالے سے انہیں آمدنی ہو رہی ہوتی ہے۔ مگر جو لوگ ہمہ تن دین کے کام میں لگے ہوئے ہوں، انہیں جو بھی آمدنی ہوتی ہے وہ اللہ کے دین کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اگر یہ لوگ دولت اپنے پاس رکھتے ہیں، جائیدادیں بناتے ہیں، پھر اپنی نسلوں کے لیے دولت اکٹھی کرتے ہیں جو انہیں وراثتاً پہنچتی ہے تو یہ آیت بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ ان پر منطبق ہوتی ہے۔ دین کا کام ہمہ وقت کرنے والے صرف اپنی ضرورت پوری کریں، جائیدادیں بنا کر نہ چھوڑیں۔ جیسے حضور ﷺ ضرورتیں پوری فرماتے تھے۔ ازواج مطہرات کو بھی نان نفقہ دیتے تھے۔ اسی بیت المال سے آپ اپنے عزیزوں سے بھی حسن سلوک کرتے تھے۔ کبھی بیت المال خالی ہے تو فاقہ بھی آجاتا تھا۔ اس آیت کے سیاق وسباق کو پیش نظر رکھیں تو یہ Litmus Test ہے۔ آج بھی اگر آپ جاننا چاہیں کہ علمائے حق کون ہیں اور علمائے سوء کون ہیں تو جان لیجئے کہ جو شخص اپنے دینی کیریئر کے نتیجے میں جائیداد بنا کر اور دولت چھوڑ کر مرا ہو، وہ علمائے سوء میں سے ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ روزِ حساب آئے گا تو اُس دن سونے اور چاندی کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور پھر ان سے لوگوں کی پیشانیاں، پسلیاں اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور کہا جائے گا یہ ہے وہ مال جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، تو اب اپنے کنز کا مزا چکھو۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 — 11 تا 17 شوال 1431ھ — 21 تا 27 ستمبر 2010ء — شمارہ 37

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایوب بیگ مرزا

گرینڈ گیم

پاکستان بحران کی زد میں ہے، یہ بحران خوفناک صورت اختیار کر گیا ہے۔ پاکستان تاریخ کے نازک دور سے گزر رہا ہے۔ پاکستان کی سلامتی کو شدید خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ ایسی آوازیں سنتے سنتے اور تحریریں پڑھتے ہوئے 1947ء کے آس پاس پیدا ہونے والے بچے ادھیڑ عمر کو پہنچ گئے۔ آج جب یہ نسل بڑھاپے کی منازل طے کر رہی ہے تو یہ کہنا قطعی طور پر درست ہوگا اور صورت حال کی صحیح عکاسی کرے گا کہ پاکستان تاریخ کے نازک ترین اور بدترین دور سے گزر رہا ہے۔ پاکستان کی سلامتی اور دنیا کے نقشہ پر اسی جغرافیہ کے ساتھ قائم رہنے کے حوالہ سے اب یقیناً الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے۔ ہم ان سطور میں سینکڑوں بار یہ ذکر کر چکے ہیں کہ پاکستان کا ایک طویل مدت سے محض نشیب کی طرف سفر کیوں جاری ہے اور ہم مسلمانان پاکستان عالمی سطح پر ذلیل ورُسوا کیوں ہو رہے ہیں اور اس ذلت ونکبت سے فوز وفلاح اور کامرانی کا راستہ کس طرح کھل سکتا ہے۔ لیکن آج ہم محض موجودہ صورت حال کا جائزہ لیں گے اور قارئین کی خدمت میں عالمی سطح پر کھیلے جانے والے کھیل کو جسے میڈیا اور سیاسی کھلاڑیوں نے گرینڈ گیم کا نام دیا ہے، پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

امریکہ کا افغانستان اور عراق پر حملہ کثیر المقاصد تھا۔ افغانستان پر حملے کی بڑی تین وجوہات تھیں: اولاً یہ کہ ایک ایسے نظام کو آغاز میں ہی تباہ وبرباد کر دیا جائے جو امریکہ اور یورپ کے سرمایہ پرست استحصالی نظام کے لئے چیلنج بننے کی صلاحیت رکھتا تھا، جو بندگانِ خدا میں حقیقی مساوات اور عدل وقسط پر مبنی نظام قائم کر کے انسانیت کے لئے انتہائی پرکشش ثابت ہو سکتا تھا۔ ثانیاً، ایک اسلامی ملک جو ایٹمی صلاحیت کا حامل ہے یعنی پاکستان اسے بھی افغانستان پر حملہ میں رکاوٹ بننے کا جواز بنا کر تباہ وبرباد کر دیا جائے اور اگر وہ یہ جواز مہیا نہ کرے تو افغانستان میں قبضہ جما کر مختلف سازشوں کے ذریعے اُس کی ایٹمی صلاحیت کو ختم کر دیا جائے۔ ثالثاً، افغانستان پر قبضہ کر کے چین کو وسطی ایشیا کی طرف بڑھنے سے روک دیا جائے، تاکہ خود وسطی ایشیا کی معدنی دولت لوٹ کر اکیسویں صدی میں اپنی عالمی بادشاہت کو قائم اور برقرار رکھا جا سکے۔ عراق پر حملہ اسرائیل کو محفوظ بنانے اور گریٹر اسرائیل کے قیام کی راہیں کھولنے کے لئے تھا۔ علاوہ ازیں عالم اسلام کے مرکز مکہ ومدینہ کے قریب اپنی فوجی قوت کو پہنچانا بھی مقصود تھا، تاکہ وقت پڑنے پر عالم اسلام کے ان مراکز کے خلاف فوجی کارروائی کی جا سکے۔ افغانستان اور عراق کی طرف سے غیر معمولی مزاحمت اور گوریلا جنگ نے امریکہ کے مذموم ارادوں کی راہ میں رکاوٹ ڈال دی۔ یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ عراق میں مسلمانوں کے دو فرقوں کے اختلافات نے امریکہ کو کسی قدر کامیابی کی راہ دکھائی ہے۔ مزاحمت کمزور پڑ چکی ہے اور وہاں امریکہ کامیاب دکھائی دے رہا ہے۔ جبکہ افغانستان میں اُس کی شکست نوشتۂ دیوار ہے۔

اس خطے میں امریکہ کو ایک اور جنگ لڑنا پڑ رہی ہے۔ اِس جنگ کو آج کی اصطلاح میں ''پائپ لائن جنگ'' کہتے ہیں۔ یہ جنگ بھی امریکہ اپنی حماقتوں، چین کی جرأت مندانہ کوششوں اور ماہرانہ سفارت کاری اور پاکستان کے بعض اداروں کی اچھی حکمت عملی کی وجہ سے ہار رہا ہے۔ IPI یعنی ایران پاکستان اور انڈیا پائپ لائن کے راستے میں امریکہ نے رکاوٹیں کھڑی کیں۔ انڈیا کو سول ایٹمی انرجی کا لالچ دے کر معاہدے سے الگ کروالیا۔ لیکن ہوا کیا؟ IPI اب IPC کی شکل اختیار کر رہا ہے یعنی انڈین I کی جگہ China کی C شامل ہو گئی ہے۔ یہ معاہدہ اگر حتمی شکل اختیار کر گیا تو امریکہ کی بہت بڑی شکست سمجھی جائے گی۔ اسی نوعیت کے رخنے TAPI یعنی ترکمانستان، افغانستان، پاکستان انڈیا پائپ لائن معاہدے میں ڈالے گئے۔ TAPI اب TAPC کی شکل اختیار کرے یعنی انڈیا کی جگہ چائنا شامل ہو جائے، اس کے لئے زبردست کوششیں ہو رہی ہیں،

جو واشنگٹن کے لئے یقیناً ایک ڈراؤنا خواب ہوگا۔ اس خطے میں امریکہ کو ایک اور انتہائی کاری ضرب لگنے کو ہے، اگر پاکستان کا کوئی مہرہ بک یا جھک نہ گیا۔ وہ یوں کہ چین اور پاکستان اصولی طور پر طے کر چکے ہیں کہ گوادر کی بندرگاہ سنگاپور سے واپس لے کر چائنا کے حوالے کر دی جائے۔ اگر ہماری عسکری قیادت نے استقامت کا مظاہرہ کیا اور امریکہ کے تمام حملے اور حربے مسترد کر دیئے اور یہ تبدیلی عملاً وقوع پذیر ہوگئی تو پاکستان کے لئے موقع ہے وہ کم از کم دنیوی سطح پر سنہرے دور میں داخل ہوسکتا ہے۔ چین نے مغرب سے اپنی تجارت کا ایک فیصد بھی اگر شاہراہ ریشم اور گوادر کے ذریعے شروع کر دیا تو دبئی گوادر کے سامنے بُری طرح ماند پڑ جائے گا اور معاشی طور پر مستحکم پاکستان کے پاس موقع ہوگا کہ وہ امریکی غلامی کے پٹہ کو اپنی گردن سے اُتار پھینکے۔ ایسی صورت میں اسلامی نظام کی منزل آسان اور قریب ہو جائے گی۔ لیکن اگر نائن الیون کی طرح پھر پاکستان نے کم ہمتی اور عاقبت نااندیشی کا مظاہرہ کیا تو یاد رکھئے اور نوٹ کر لیجئے کہ ابھی تو مسلمان مسلمان کا قتل کر رہا ہے، مسلمان کے مسلمان کو کھانے کی نوبت بھی آسکتی ہے اور ہم ایک وحشیانہ سول وار میں ملوث ہو جائیں گے۔

چند ماہ پہلے بعض امریکی سیاسی دانشوروں نے کہا تھا کہ بش پاگل اور احمق تھا کہ اُس نے افغانستان اور عراق پر حملہ کیا، اگر عالم اسلام کی کمر توڑ نا مقصود تھا تو پاکستان اور سعودی عرب پر حملہ کیا جاتا۔ اس لئے کہ یہ دو ممالک اسلام کے اہم ستون ہیں، ایک روحانی مرکز اور دوسرا ایٹمی صلاحیت کا حامل ملک۔ پھر یہ کہ پاکستان میں ''شدت پسندوں'' اور مجاہدین کے ٹھکانے ہیں۔ ہماری رائے میں بش کوئی احمق نہیں تھا۔ اُس کے اصل ٹارگٹ پاکستان اور سعودی عرب ہی تھے، افغانستان اور عراق تو اصل منزل تک پہنچنے سے پہلے کے پڑاؤ تھے۔ یہ بات بھی اب راز نہیں رہی کہ بش اپنے عہد کے آخری حصے میں پاکستان اور سعودی عرب پر کھلا حملہ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس فیصلہ پر عمل اِس بنا پر نہیں ہوسکا کہ پنٹاگون افغانستان اور عراق میں پھنس جانے کی وجہ سے عملی طور پر یہ ممکن نہیں سمجھ رہا تھا۔ اس موقع پر ہم اپنے بعض اسلامی تحریکی بھائیوں کی کوتاہ نظری پر اظہار افسوس کرتے ہوئے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ نقطۂ نظر کہ ہمیں اسلام کا کام کرنا ہے، ہمیں غرض نہیں کہ پاکستان رہتا ہے یا نہیں رہتا، یہ زمین کا ٹکڑا تو کہیں نہیں چلا جائے گا۔ انتہائی بچگانہ بلکہ احمقانہ سوچ کا مظہر ہے۔ مشیت ایزدی کیا ہے؟ اللہ کیا چاہتا ہے؟ وہ قادر مطلق ہے۔ ہوگا وہی جو وہ چاہے گا لیکن ہمیں اپنی حکمت عملی زمینی حقائق کے مطابق بنانی ہے اور زمینی حقائق کیا ہیں؟ عالم کفر یہ سمجھتا ہے اور بالکل درست سمجھتا ہے کہ عالم اسلام کے اس وقت دو ستون ہیں۔ سعودی عرب روحانی مرکز کی حیثیت سے اور پاکستان اپنی ایٹمی صلاحیت اور فوجی پیشہ وارانہ مہارت اور صلاحیت کی وجہ سے۔ علاوہ ازیں پاکستانی عوام کے اسلام کے حوالہ سے جذبات اگر کبھی مثبت بنیادوں پر اُستوار ہوگئے تو عالم کفر کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ پاکستان کو نہیں اپنے تئیں اسلام کے ایک ستون کو گرانا چاہتا ہے۔ تحریکی بھائیوں کو اس نکتہ کو سمجھنا چاہئے کہ پاکستان کی حفاظت درحقیقت ایک ایسے پلاٹ کی حفاظت ہے جہاں اسلام کا قلعہ تعمیر ہونے کے کچھ نہ کچھ امکانات ہیں۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ صرف عالم کفر ہی نہیں بے شمار مسلمان دانشور اور سیاسی بصیرت رکھنے والے بعض تحریکوں کے لیڈر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر دنیا میں کسی جگہ اسلامی نظام کے قیام کے امکانات ہیں تو وہ صرف پاکستان ہے۔ میثاق مدینہ کرتے وقت نبی اکرم ﷺ کے سامنے سرزمین مدینہ کا تحفظ نہیں تھا بلکہ اسلامی ریاست کے قیام کے لئے ایک جگہ ایک مقام کا تحفظ مقصود تھا۔ عجیب اتفاق ہے کہ ریاست مدینہ کے بعد پاکستان پہلی اور واحد ریاست ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آئی۔ آیئے، توقع رکھیں کہ وہ روشنی جو ریاست مدینہ سے پھوٹی تھی اور جس سے سارا جزیرہ نمائے عرب جگمگا اُٹھا تھا، پاکستان مدینہ کی ہم نظریہ ریاست کی حیثیت سے اس روشنی کو کل عالم میں پھیلا دے گا۔ ان شاء اللہ

پریس ریلیز

حافظ عاکف سعید

پاکستان کو بھیانک انجام سے بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ کی جائے

پاکستان ہمارے ہاتھوں سے پھسل رہا ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں عید کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ ایک طرف دو کروڑ عوام اور ملک کا وسیع رقبہ سیلاب کی زد میں ہے تو دوسری طرف کرپشن، بددیانتی اور بدعنوانی کے سیلاب میں سارا ملک ڈوب رہا ہے، اس پر مستزاد یہ کہ آئے روز بم دھماکوں میں درجنوں افراد کی ہلاکت اور ٹارگٹ کلنگ بھی عروج پر ہے۔ تاریخ کے اس نازک ترین دور میں بدقسمتی سے ہم پر ایسی قیادت مسلط ہے جسے ملک کی سلامتی اور تحفظ سے کوئی دلچسپی نہیں۔ یہ سب کچھ ہماری بداعمالیوں اور قیام پاکستان کے وقت اللہ سے کیے گئے وعدوں سے انحراف، نائن الیون کے بعد امریکی غلامی کا پٹہ اپنی گردن میں ڈالنے اور ہمسایہ برادر اسلامی ملک کے خلاف عالم کفر کے اتحاد کا حصہ بننے کی سزا ہے۔ دوسری طرف افغانستان میں چند ہزار نہتے لوگوں نے اللہ کے بھروسے پر خم ٹھونک کر امریکہ کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا اور آج وہی طالبان افغانستان امریکہ کے مقابلے میں فتح کے قریب ہیں۔ جبکہ پاکستان نیٹو فورسز اور امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی ہوتے ہوئے بھی تباہی و بربادی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو اس بھیانک انجام سے بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ کی جائے، اللہ اور رسولؐ سے اپنے تعلق کو از سر نو استوار کیا جائے اور پاکستان میں اسلام کا نظام عدلِ اجتماعی قائم کیا جائے۔ (پریس ریلیز: 13 ستمبر 2010ء)

موجودہ فرسودہ اور گلے سڑے نظام کو ختم کر کے اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کیا جائے

حکومت کی نہیں نظام کی تبدیلی سے ہمارے مسائل حل ہوں گے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے حکومت کی تبدیلی کی افواہوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ اگر اقتدار کے میوزیکل چیئر سے محض چہرے بدلتے رہے اور موجودہ فرسودہ نظام کی وجہ سے معاشرے میں ظلم و ستم اور ناانصافیاں جاری رہیں تو ملک میں سول وار شروع ہوسکتی ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر خونی انقلاب برپا ہوسکتا ہے جو مکمل تباہی و بربادی کا باعث بنے گا۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ تنظیم اسلامی پاور پالیٹکس میں حصہ نہیں لیتی اس لیے ہمیں گاؤ رفت و خر آمد سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم عوام اور مقتدر قوتوں سے صرف یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اس فرسودہ اور گلے سڑے نظام کو ختم کر کے اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ کریں تاکہ عوام دنیوی طور پر بھی سکھ کا سانس لے سکیں اور ہم سب کی آخرت بھی سنور جائے۔ انہوں نے کہا کہ سابقہ تجربہ یہ ہے کہ ہر نئی حکومت بدتر ثابت ہوئی ہے۔ (پریس ریلیز: 17 ستمبر 2010ء)

(جاری کردہ مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے "پاکستان" والو!

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے خطاب عید کی تلخیص

[سورۃ الروم کی آیت 41 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

برادران اسلام! اس مرتبہ ہلالِ عید اہل پاکستان کے لیے جن حالات میں طلوع ہوا ہے، کم سے کم الفاظ میں یہ ملکی تاریخ کا بدترین اور سنگین ترین دور ہے۔ چنانچہ عید کی خوشیاں رنج والم کے دبیز پردوں میں گم ہو کر رہ گئی ہیں۔ ایک طرف ہولناک سیلاب ہے جس نے چاروں صوبوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور دو کروڑ سے زائد افراد شدید طور پر اس سے متاثر ہوئے ہیں۔ دوسری طرف مہنگائی اور گرانی کا سیلاب ہے جو تھمنے میں نہیں آ رہا۔ تیسری طرف دہشت گردی، قتل و غارت گری اور ٹارگٹ کلنگ کا عذاب ہے، جس نے امن وامان تہہ و بالا کر رکھا ہے اور جینا دو بھر ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہماری داستانِ غم یہ بھی ہے کہ ہم سیاسی اور عسکری طور پر امریکہ اور معاشی طور پر آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی غلامی کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں، اور اس غلامی کے چنگل سے چھٹکارے کی بظاہر کوئی صورت دور دور تک نظر نہیں آتی۔ ستم در ستم یہ کہ ایسے سنگین، بدترین اور ہولناک حالات میں ہمیں جو حکمران میسر آئے ہیں وہ ملی و قومی سطح کی vision سے یکسر محروم ہیں اور اتنے کوتاہ چشم واقع ہوئے ہیں کہ انہیں اپنی ناک اور اپنی ذات سے آگے کچھ نظر نہیں آتا۔ خود غرضی اور مفاد پرستی ہی اُن کا دین وایمان ہے۔ قوم کے دکھوں کا مداوا کرنے کی بجائے وہ اپنی تجوریاں بھرنے اور صرف اپنے منظورِ نظر دوستوں کو نوازنے کو ہی ملک وقوم کی خدمت گردانتے ہیں۔

اب تک جو کچھ بیان کیا گیا یہ صورت حال کی سنگینی کا محض ایک رُخ ہے۔ دوسرا رُخ جو اس سے بھی زیادہ سنگین ہے وہ یہ ہے کہ ملکی بقا اور سالمیت بھی آج شدید ترین خطرات سے دوچار ہے۔ ہمارے دشمنوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جل رہے ہیں۔ پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور اسے دنیا کے نقشے سے معدوم کرنے کی ان کی سازشیں اب کامیابی سے ہمکنار ہوتی نظر آ رہی ہیں۔ دنیا کا واحد خطہ جس کے بارے میں اسلام دشمن طاقتوں کو اندیشہ تھا کہ وہ اسلام کا ایک ناقابل تسخیر قلعہ بن سکتا ہے، جس کا قیام بھی معجزانہ تھا اور جس کو ایٹمی قوت بھی معجزانہ طور پر عطا ہوئی تھی، آج بدترین ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ غیروں کی سازشوں اور اپنوں کی ملک وملت کے ساتھ غداری کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں بحران تو اگرچہ پہلے بھی آتے رہے ہیں اور بار بار کالم نگاروں اور حالات کی سمجھ رکھنے والوں نے کہا کہ ملک سنگین حالات سے دوچار ہے۔ لیکن یہ پہلی بار ہوا ہے کہ حالات کا فہم رکھنے والے تقریباً تمام اہل قلم یہ کہہ رہے ہیں کہ پاکستان ہمارے ہاتھوں سے نکل رہا ہے۔ ہماری نگاہوں کے سامنے یہ ملک اپنے آخری اور منطقی انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ شومئی قسمت کہ ان بدترین حالات میں بھی ہم حقیقت پسندانہ انداز میں حالات کا تجزیہ کرنے اور اصلاح احوال کے لیے ایک قوم بننے پر آمادہ نہیں۔

بلوچستان اور کراچی میں ٹارگٹ کلنگ ملک کو خانہ جنگی کی طرف دھکیل رہی ہے۔ قبائلی علاقوں میں فوجی ایکشن اور پے بہ پے ڈرون حملوں کے نتیجے میں ہمارے قبائلیوں کی عظیم اکثریت جو آج تک ہماری مغربی سرحد کے بلا تنخواہ محافظ تھے اور اسلام اور پاکستان کے وفادار تھے، آج ہماری حکومت اور پاکستانی قوم اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتی ہے۔ اور یقیناً اس میں اصل غلطی ہماری ہے۔ وہ تو محض reaction کا شکار ہیں۔

جن علاقوں میں امریکی خوشنودی کے حصول کے لیے اور امریکہ کے دباؤ پر فوجی ایکشن کیا گیا اور وہاں کے بے گناہ عوام کو دشمنوں کی طرح treat کیا گیا، جن کے مکانات مسمار کیے گئے، جہاں بے شمار بے گناہ بچے، عورتیں، جوان اور بوڑھے فوجی ایکشن کے نتیجے میں خاک وخون میں غلطاں ہوئے، یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ان علاقوں کی عظیم اکثریت آج اپنے دلوں میں پاکستانی فوج کے خلاف شدید نفرت کے جذبات رکھتی ہے۔ امریکہ کا اصل ایجنڈا بھی یہی تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ حکمرانوں کی نااہلی اور اپنے فرائض سے غفلت کے نتیجے میں آج عوام اور حکومت کے درمیان نفرت کی خلیج حائل ہو چکی ہے۔ تازہ ترین حماقت بلوچستان کے حوالے سے ہے۔ اب بلوچستان میں پولیس کی جگہ FC کو بھیج کر امریکی ایجنڈے کی تکمیل میں ہماری حکومت بھرپور تعاون کر رہی ہے کہ بلوچستان کو پاکستان سے علیحدہ کر دیا جائے۔ چنانچہ حالات ایک خوفناک خانہ جنگی اور خونی انقلاب کی طرف جا رہے ہیں اور سب کو معلوم ہے ان حالات میں آنے والا انقلاب محض انارکی اور choas ہی کو جنم دینے کا موجب ہوگا۔ اور ہمارے دشمن آج اسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایک طرف امریکی و نیٹو افواج کو اس وقت کا انتظار ہے۔ دوسری طرف بھارت بھی ایک گِدھ کی طرح ہمارے قومی مرگ کا منتظر ہے۔ دشمنوں کی پلاننگ یہی ہے کہ اس طرح کے حالات میں اس خدشے کی آڑ میں کہ کہیں ہمارے نیوکلیئر ہتھیار دہشت گردوں کے ہاتھ نہ چڑھ جائیں، پاکستان پر امریکہ فوج کشی کر دے اور سب سے پہلے ایٹمی تنصیبات پر کنٹرول کر کے پھر پاکستان کی بندر بانٹ کی جائے۔ اعاذنا اللہ من ذٰلک

میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں والد محترم ؒ نے پانچ سال قبل قوم کو متوجہ کرنے کی خاطر اس عنوان سے ایک بھرپور خطاب کیا تھا کہ "کیا پاکستان کے خاتمے کا count down شروع ہو چکا ہے؟" اللہ نے انہیں حالات دیکھنے اور سمجھنے کی خصوصی صلاحیت سے نوازا تھا۔

اقبال کے اس شعر کے حوالے سے وہ فرمایا کرتے تھے ۔

''خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف''

کہ میری دو آنکھیں قرآن وسنت ہیں جن کی روشنی میں وہ حالات کا تجزیہ کرتے اور حالات کے رُخ کو دیکھ کر آنے والی رُتوں کا پتہ لگایا کرتے تھے۔ انہوں نے پاکستان بنتے دیکھا تھا۔ تحریک پاکستان میں ایک نوجوان طالب علم کے طور پر بھر پور حصہ بھی لیا تھا۔ یہ پہلی عید ہے کہ آج وہ ہم میں نہیں ہیں۔ اللہ اُن کی مغفرت فرمائے اور اُن پر رحم فرمائے۔ اُن کی سوچ بڑی واضح تھی۔ جس کا لب لباب یہ تھا کہ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ یہاں 97% مسلمان رہتے ہیں مگر اس کے باوجود 66 سالوں میں بھی ہم نے یہاں اسلام کو قائم اور شریعت کو نافذ نہیں کیا۔ ہمارا یہ طرزِ عمل اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغاوت کے مترادف ہے۔ یہ ہمارا وہ عظیم قومی جرم ہے جس کے بعد پاکستان کی بقا کا کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا۔ نائن الیون کے بعد تو ہم نے اپنے نامہ اعمال میں ایک اور جرم عظیم کا اضافہ کیا کہ اللہ اور اس کے دین سے غداری کرتے ہوئے افغانستان کی اسلامی حکومت کے خلاف صلیبی، ابلیسی اور دجالی قوتوں کا فرنٹ لائن اتحادی بننا قبول کیا اور اُس اسلامی حکومت کو ختم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ہم نے ثابت کردیا ہے کہ ہم نہ اسلام کے وفادار ہیں اور نہ آزادی کے مستحق بلکہ اللہ کے عذاب اور غضب کے مستحق ہیں۔ اللہ نے ہمیں معجزانہ طور پر آزادی عطا کی تھی، تاکہ دیکھے کہ ہم عملاً کیا کرتے ہیں۔ آیا اُس کا شکر ادا کرتے اور اُس کے دین کو نافذ کرتے ہیں یا اُس کے ساتھ غداری کرتے ہیں۔ سورۃ یونس میں فرمایا:

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾

''پھر ہم نے ان کے بعد تم لوگوں کو ملک میں خلیفہ بنایا، تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔''

بہرکیف اب ہم اپنی بداعمالیوں کے سبب خود کو بدترین عذاب الٰہی کا مستحق بنا چکے ہیں۔

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ﴾ (سورۃ الروم: 41)

''خشکی اور تری میں لوگوں کے (بُرے) اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے۔''

واضح رہے کہ زلزلوں اور سیلابوں کے ساتھ ساتھ ایسے نااہل اور بے انصاف بلکہ عدل و انصاف کے دشمن حکمرانوں کا ہمارے سروں پر مسلط ہونا بھی عذاب الٰہی کا مظہر ہے۔ ہم نے بحیثیت قوم اللہ کے دین اور شریعت محمدیؐ سے غداری کی ہے۔ یہاں تک کہ آج تک ہماری دینی جماعتوں نے بھی نفاذِ شریعت کے لیے کوئی عوامی تحریک نہیں چلائی۔ (نوٹ: واضح رہے کہ 1977ء میں تحریک نظام مصطفیٰؐ اصلاً نفاذ شریعت کے لیے نہیں اُٹھائی گئی تھی بلکہ یہ ایک خالص سیاسی تحریک تھی جس کا مقصد بھٹو کی حکومت کو ختم کرنا تھا۔ اس کا اصل نام پی این اے تھا۔ اور اس سیاسی تحریک پر مذہبی لبادہ محض عوام کو دھوکہ دینے کے لیے اوڑھا گیا تھا) ہاں یہ ضرور ہوا کہ ہماری دینی سیاسی جماعتیں الیکشن کی دلدل میں پھنس کر مفادات اور مصلحتوں کا شکار ہیں اور دین کو بدنام کیا۔ ہمارے حکمران ویسے بھی اسلام اور شریعت کے دشمن ہیں۔ ہمارے عوام کو بھی شریعت کے نفاذ اور اللہ کے دین کے قیام سے کوئی دلچسپی نہیں۔ دنیا داری، دولت پرستی، مفاد پرستی، خودغرضی، دھوکہ، کرپشن، جھوٹ، وعدہ خلافی ہمارا قومی شعار بن چکے ہیں۔ پوری قوم سود اور جوئے میں مبتلا ہے۔ ہم اللہ کے راستے کو چھوڑ کر شیطان کے راستے پر چل رہے ہیں۔ حالانکہ ہمیں شیطان کے راستے پر چلنے سے سختی سے منع کیا گیا اور پورے طور پر اسلام میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾ (سورۃ البقرہ: 208)

''مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو۔''

چنانچہ موجودہ صورتحال ہمارے ان قومی جرائم کی سزا ہے جو پوری قوم کو مل رہی ہے۔ بقول اقبال۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کرلیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف!

ہم جس امریکہ کو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھتے ہیں، جس کی خوشنودی کی خاطر ہم نے اپنے تمام قومی وملی مفادات کو داؤ پر لگایا ہے، اپنے دین، دینی اقدار کو اور اپنے بے گناہ شہریوں کو قربانی کی بھینٹ چڑھایا ہے، جس کے فرنٹ لائن اتحادی بن کر ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ ہمارا محافظ بن جائے گا اور ہمارے قومی مفادات کا تحفظ کرے گا، آج کون نہیں جانتا وہ ہی ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ وکی لیکس رپورٹ جو منظر عام پر آئی ہے، کے مطابق ہمارے ملک میں ہونے والی دہشت گردی کی کارروائیوں میں بھی وہی ملوث ہے۔ ہم کتنے ناداں ہیں کہ ایک معصوم بچے کی طرح بھیڑیے سے خیر کی توقع کیے بیٹھے ہیں جو ہمیں چیر پھاڑ کھانے کے بہانے تلاش کررہا ہے۔

ان حالات میں ہمارے لیے بچاؤ کا راستہ ایک ہی ہے، اور وہ ہے قوم یونس کی طرح اجتماعی توبہ۔ اجتماعی توبہ کا تقاضا محض یہ نہیں کہ قوم کے گنے چنے افراد توبہ کریں اور بس، بلکہ قوم کا ایک قابل ذکر حصہ توبہ کرے۔ اپنی سابقہ کوتاہیوں اور دین سے بے وفائیوں پر اظہار ندامت کے ساتھ توبہ و استغفار ہو، اور آئندہ اس کی تلافی کے طور پر دو کام ہوں: ایک یہ کہ انفرادی سطح پر پورے دین پر عمل کیا جائے، جیسا کہ قرآن مجید کا حکم میں آپ کو سنا چکا ہوں، اور دوسرے یہ کہ ملک میں دین حق کے قیام اور نفاذ شریعت کے لیے اجتماعی جدوجہد اور کوشش کی جائے، تاکہ رحمت للعالمین ﷺ کا لایا ہوا وہ عظیم نظام عدل اجتماعی قائم ہو جو پوری نوع انسانی کے لیے رحمت ہے اور رب کی دھرتی پر رب کے نظام کی بالادستی عملاً قائم ہوجائے۔ بچاؤ کا یہی راستہ ہے۔ ہماری محرومی اور بدنصیبی ہے کہ اعلیٰ ترین اجتماعی نظام یعنی دین حق کو چھوڑ کر ہم ایک انتہائی تعفن زدہ اور استحصالی نظام کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں جس میں نہ عدل ہے نہ انصاف، نہ امن ہے نہ امان، نہ انسانی حقوق کا کوئی لحاظ ہے، نہ انسان کی جان مال عزت وآبرو کی حفاظت کا کوئی سامان!!!

اگر 97 فیصد مسلمان آبادی میں سے 25/30 فیصد لوگ بھی اجتماعی توبہ کے اس راستہ پر چل پڑیں، اپنا قبلہ عملی طور پر درست کرلیں، تو اللہ کی رحمت کی امید کرتے ہوئے ہوتے میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ اِن شاء اللہ اللہ کی رحمت اور نصرت ہمارے شامل حال ہوجائے گی۔ اس ملک کو وہی ذات بچاسکتی ہے جس نے اپنی خصوصی قدرت سے یہ ملک ہمیں عطا کیا تھا۔ اللہ ہی ہمارا مولا اور کارساز ہے۔ وہ تو مائل بہ کرم ہے مگر جب ہم ہی اُس کی جانب رجوع نہ کریں تو پھر اُس کی رحمت کیسے ہمارے شامل حال ہوسکتی ہے ۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ رہروِ منزل ہی نہیں

قرآن حکیم میں اللہ کا دوٹوک اعلان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ (سورۃ محمدؐ)

''اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے (یعنی اللہ

کی زمین پر اللہ کے نظام اور قانون کو نافذ و قائم کرنے کی جدوجہد کرو گے) تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔"

اسی طرح اللہ نے دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ ہمیں سنا دیا کہ:

﴿اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ ۚ﴾

(آل عمران:160)

"اگر اللہ تمہارا مددگار بن جائے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔"

ہمارے تمام مسائل کا حل اسی اجتماعی توبہ میں ہے۔ جان لیجئے کہ یہ دنیا کا عارضی عذاب بھی ایک اعتبار سے اللہ کی رحمت کا مظہر بن جائے گا اگر ہم اس کے ذریعے جاگ جائیں۔ اللہ کی طرف سے قوموں کو چھوٹے چھوٹے عذابوں میں مبتلا ہی اسی لیے کیا جاتا ہے کہ وہ غفلت اور نافرمانی کی روش ترک کر کے اللہ کی طرف رجوع کر لیں۔ سورۃ الروم کی متذکرہ آیت (41) میں جہاں فساد و تباہی کو انسانی ہاتھوں کی کمائی بتایا گیا، وہاں آخر میں یہ بھی واضح فرما دیا کہ اللہ اس کے ذریعے اپنے بندوں کو جگانا چاہتا ہے۔ ﴿لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ﴾ "تاکہ وہ (لوگ اللہ کی طرف) پلٹ آئیں۔" یاد رکھیے، اگر ہم اب بھی نہ جاگے تو تباہی ہی ہمارا مقدر ہوگی، اور یہ تو دنیوی عذاب ہے، اصل پکڑ تو آخرت کی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اس حقیقت کا ادراک کرنا چاہیے کہ ہم جس راستے پر گامزن ہیں وہ دنیوی و اخروی خسارے کا راستہ ہے۔ اور جس راستے کی طرف ہمارا دین بلاتا ہے وہ دنیا و آخرت کی کامیابی کا راستہ ہے۔

آخری بات:

نا امیدی کے اندھیروں میں امید کی ایک روشن کرن بھی دکھائی دے رہی ہے۔ اور یہ کرن پڑوس کی سرزمین سے آ رہی ہے۔ لیکن ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم ذہنی طور پر مفلوج ہو چکے ہیں۔ دوسروں سے سبق سیکھنے کے لیے تیار نہیں۔ کیا گزشتہ 9 برس کے دوران ہمارے برابر کی سرزمین میں ہونے والے عظیم معرکہ حق و باطل میں ہمیں کوئی سبق نظر نہیں آتا۔ کیا تمام تر بے سروسامانی کے باوجود طالبان کی بے مثال مزاحمت اور ٹیکنالوجی کی تمام تر برتری اور نہایت مہلک اور جدید ترین اسلحے سے لیس امریکہ اور Nato افواج کی شکست سے ہم کچھ بھی سبق سیکھنے کو تیار نہیں۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ نائن الیون کے بعد پاکستان اور افغانستان دونوں امریکہ کا ٹارگٹ تھے۔ افغانستان پر مسلط کردہ امریکی جنگ کے موقع پر ہم نے دینی اعتبار سے بے غیرتی، بے حمیتی بلکہ صحیح تر الفاظ میں اللہ اور اس کے دین سے بغاوت کے راستے کو ترجیح دی۔ اور ایٹمی قوت ہوتے ہوئے امریکہ کے غلط اور ناجائز مطالبے کے مقابلے میں سٹینڈ لینے کی بجائے اس کے سامنے سربسجود ہونے کو ترجیح دی اور اللہ کو اکبر تسلیم کرنے کی بجائے امریکہ کو "اکبر" مان لینے میں عافیت محسوس کی۔ نو برس کے بعد نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ آج ہم اس مقام پر کھڑے ہیں کہ 100 پیاز کھانے کے بعد اب 100 جوتے بھی کھانے پڑ رہے ہیں۔ ساری دنیا گِدھوں کی طرح ہمارے آخری انجام کی منتظر ہے۔ (حالیہ سیلاب میں امریکہ کی جانب سے مدد کے پردے میں جو بے حساب میرین بھیجے گئے ہیں، بے شمار نفری اور بے شمار اسلحہ بھیجا گیا ہے، اس کا مقصد کیا ہے؟) اور وہ غیور افغان جو بالکل نہتے تھے، ایٹم بم تو درکنار جن کے پاس طیارہ شکن گنیں بھی نہیں تھیں، صرف سوویت یونین کے خلاف جنگ کے دوران استعمال ہونے والے کچھ بچے کھچے بوسیدہ اور زنگ آلود ہتھیار رکھے تھے۔ یہ چند ہزار اللہ کے وفادار مجاہدین تھے اور ساری دنیا اُن کی مخالف تھی۔ پورا عالم کفر خوفناک ٹیکنالوجی کی قوت کے ساتھ اُن پر حملہ آور ہوا۔ امریکہ اور نیٹو اپنی ٹیکنالوجی کی برتری کے غرور کے ساتھ آئے تھے۔ یاد کیجئے! مشرف کی یہ بات کہ یہ زیادہ سے زیادہ چند مہینوں کی بات ہے، طالبان کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ یہ درست ہے کہ امریکہ اور اتحادیوں نے طالبان کی حکومت ختم کر دی، اور اس کے خاتمے میں ہم نے شرمناک کردار ادا کیا، مگر طالبان کی مزاحمت کا کوئی توڑ نہیں کیا جا سکا۔ اُنہیں شکست نہیں دی جا سکی۔ آج وہی امریکہ اور نیٹو جو غراتے ہوئے آئے تھے شکست کے زخم چاٹ رہے ہیں اور وہی طالبان جو بے سروسامان تھے سرخرو ٹھہرے ہیں، اور ان شاء اللہ کامیابی ان کے قدم چومے گی۔ اور یہ بات آج ساری دنیا کہہ رہی ہے۔ وجہ کیا ہے؟ طالبان نے صرف خدائے واحد کی ذات پر توکل کیا۔ اسی کے بھروسے پر امریکہ کے خلاف سٹینڈ لیا۔ وہ اللہ اور اس کے دین کے وفادار تھے۔ لہٰذا اللہ نے اُن کی نصرت فرمائی۔ ان کی قیادت الحمدللہ آج بھی محفوظ ہے۔ ان کی قوت پہلے سے کہیں بڑھ چکی ہے۔ پبلک سپورٹ پہلے سے بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ میک کرسٹل بڑے غرور سے افغانستان آیا تھا۔ لیکن پے در پے شکستوں نے اسے نیم پاگل کر دیا اور وہ ہذیان بکتا ہوا رخصت ہوا۔ اب پیٹریاس آئے ہیں۔ دعوے تو یہ کیے جا رہے ہیں کہ طالبان کی کمر توڑ دی ہے، مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ساری دنیا کہہ رہی ہے کہ امریکہ افغانستان سے دم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہے۔ ہماری پستی اور خود شکستگی کا یہ عالم ہے کہ شکست خوردہ امریکہ کی خوشامد کر رہے ہیں کہ ہمیں بے آسرا چھوڑ کر مت جاؤ۔ بحمد للہ، افغانستان میں امریکہ کی شکست اس کا مقدر بن چکی ہے۔ یہ نوشتہ دیوار ہے۔ اور جہاں تک پاکستان کے مستقبل کا سوال ہے تو یہ بظاہر نہایت تاریک ہے۔ تاہم مجھے اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ والد محترم کا وہ خواب پورا ہوگا جو انہوں نے بہت پہلے دیکھا تھا کہ خراساں کے علاقے میں اسلامی حکومت قائم ہو کر رہے گی، جو عالمی سطح سے غلبۂ اسلام کی تمہید بن جائے گی۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ پاکستان اور افغانستان مل کر اسلام کا ایک مضبوط قلعہ بنیں۔ دیکھیں، پاکستان کا مقدر کیا ہے۔

تقدیر تو مبرم نظر آتی ہے ولیکن
پیرانِ کلیسا کی دعا یہ ہے کہ ٹل جائے

صحیح احادیث میں خبریں موجود ہیں کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا، اور دجالی قوتوں کو مکمل شکست ہو کر رہے گی۔ سرزمین افغانستان سے اس کے آثار شروع ہو گئے ہیں۔ وہاں شریعت کے نفاذ سے جو برکت آئی تھی وہ بھی کوئی زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ اور اب دوبارہ ان شاء اللہ العزیز وہاں دین اسلام کی حکومت ہوگی، اور یہ عالمی غلبۂ اسلام کا نقطہ آغاز ہوگا، ان شاء اللہ۔ عید کے پیغام کے طور پر میں علامہ اقبال کے یہ دو اشعار پیش کر رہا ہوں ؎

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

اور

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سچے اور پکے مومن کا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

اصلاح چاہنے والوں کو ناپسند کرنے والوں کا ہولناک انجام

اگر ہم نے زمین میں اللہ کی نمائندگی کا حق ادا نہ کیا تو اللہ اور لوگوں کو لے آئے گا

نسیم ظفر، کوئٹہ

اے میری قوم! کیا تمہیں اپنے ہی خواہ پسند نہیں؟ انسانی تاریخ کا یہ ہولناک فیصلہ ہے کہ جب کوئی قوم اپنے بہی خواہوں پر اعتبار نہیں کرتی اور اپنے دشمنوں کو پہچاننے سے محروم ہو جاتی ہے تو بہت جلد بدترین ذلت ناک انجام اس کا مقدر بن جاتا ہے۔

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں پر بھروسا نہ کیا، ان کی باتوں پر کان نہ دھرا بلکہ قوم کے مفسد، شریر اور بدکار لوگوں پر اعتماد کیا۔ نتیجہ کیا ہوا؟ وہ دنیا سے کوڑے کچرے کا ڈھیر بنا کر مٹا دی گئی! بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں ان کے جانشین اور نبی حضرت ہارون علیہ السلام کی بات نہ سنی اور سامری جادوگر بدباطن اور بدخصلت کو اپنا خیر خواہ سمجھ لیا۔ انجام کیا ہوا؟ جب تک بنی اسرائیل کے ہزاروں افراد کو انہی کے ہاتھوں قتل نہ کروایا گیا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو معاف نہ کیا! قومِ نوح نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی بات نہ مانی، کان بند کر لیے، منہ پر کپڑے ڈال لیے، منہ پھیر پھیر کر گزرنے لگے اور قوم کے فاسق و فاجر سرداروں کی رہنمائی قبول کی! انہیں اپنا دوست سمجھا۔ انجام کیا ہوا؟ دستِ قدرت نے قوم نوح کو طوفان بُرد کر کے اپنی زمین کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کر دیا۔

قریش کی قوم نے بھی اپنے جانی پہچانی صادق اور امین ہستی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی دعوت قبول نہ کی، اور فاسق و فاجر دولت کے پجاری ابوجہل اور ابولہب کو اپنا سردار مانتے رہے۔ برسوں نبی صادقؐ کی مخالفت میں پارلیمنٹ (دارالندوۃ) میں سازشوں کے تانے بُنتے رہے، یہاں تک کہ رحمتِ عالم (اپنے سب سے زیادہ بھلائی چاہنے والے) کے قتل کی قرارداد منظور کر لی۔ انجام کیا ہوا؟ وہ سارے لوگ جو ابوجہل اور اُمیہ بن خلف کے پیچھے چلنے والے تھے، انہوں نے بری طرح شکست کھائی۔ آخر کار سر جھکانا پڑا۔

وہ تو قریش پر اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی کہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت) آسمان سے عذاب نہیں ٹوٹا البتہ کفر و شرک کی کمر ٹوٹ گئی۔ اُس قوم کی سعید روحیں نبیؐ برحق پر ایمان لائیں اور ایمان بھی ایسا کامل کہ دنیا کی کایا پلٹ دی۔ اُن عظیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بدولت قریش بھی ہدایت سے فیضیاب ہوئے اور عالمِ انسانیت کو بھی ظالم اور جابر بادشاہوں سے نجات ملی۔ ہزاروں صدیوں بعد انسانیت کو امن اور ایمان کی بہاریں نصیب ہوئیں!

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اِن چودہ صدیوں میں انسانیت کی کھیتی لہلہاتی رہی۔ جب تک ایمان سے منور ہستیاں رہبری اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی رہیں، اقتدار صالح افراد کے ہاتھوں میں رہا، امراء نمازوں کے امام اور میدان جہاد کے سرخیل رہے، قوم ان صالح رہبروں کی رہنمائی میں منزل مراد کی طرف گامزن رہی، دنیا میں امن و امان رہا، زمین اپنا خزانہ اگلتی رہی، آسمان نعمتوں کی بارش برساتا رہا۔ لیکن جب قرآن کے الفاظ میں ناخلف جانشینوں نے نمازیں ضائع کرنا شروع کر دیں، اللہ کے پرستار بننے کی بجائے دولت کے پُجاری بن گئے تو دنیا بھوک اور لاچاری سے تڑپنے لگی، بادشاہوں کے محلات سونے چاندی سے بھر گئے اور عوام روٹی کو ترسنے لگے اور اس استحصالی نظام کو مزید قوت سامراجی نظام کے پروردہ انگریز کی عطا کردہ جاگیروں پر پلنے والے نوابوں، سرداروں اور وڈیروں نے فراہم کی۔

گورے انگریز جاتے جاتے کالے انگریزوں کو اقتدار کی کنجیاں تھما گئے جو دعوے تو ایمان کے کرتے ہیں مگر سر سے پیر تک اُن کے حلیے کفار کے، کھوپڑیوں میں مغز کفر کے زہر سے آلودہ، سینوں میں دل غلاموں کے حرص و ہوس سے بھرے ہوئے ہیں۔ آقاؤں نے انہیں گھٹی میں یہ نشہ دیا ہے کہ تم ہمارے غلام اور مسلم عوام کے حکمران بنتے رہو۔ ان کی فطرت میں یہ ڈال دیا گیا ہے کہ طاقتور کے آگے سر جھکا دو بلکہ قدموں میں سر رکھ دو، اور کمزوروں کی گردنوں پر سوار ہو جاؤ۔ قرآن تو مومنوں کی یہ صفت بیان کرتا ہے کہ:

﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ (الفتح:29)

”وہ (مؤمن) کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔“

بقول علامہ اقبال ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن!

مگر اِن کالی چمڑی والے حکمرانوں کی حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔ یہ دھن دولت کے پجاری اقتدار کے دیوانے کافروں کی ڈالی ہوئی ہڈیاں بھنبھوڑنے والے، مسلمان عوام کے لیے تو جابر اور قہار اور اپنے گوری چمڑے والے کالے دلوں والے کافر آقاؤں کے سامنے عجزِ نیاز کا پیکر، ہر ذلت انتہائی خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کو تیار، چاہے وہ ان کے کپڑے اتروائیں یا سروں پر جوتے ماریں، یہ بڑی سے بڑی ذلت بخوشی گوارا کر لیں گے۔ بس انہیں چند ڈالر مل جائیں، چاہے اس کے عوض قوم کی عزت و ناموس بیچنا پڑے یا پوری قوم کو ذلت و رسوائی کے عمیق غار میں جانا پڑے۔

قومی عزت و ناموس فروخت کرنے والے اِس گمراہ فسق و فجور میں ڈوبے ہوئے حکمران اور سیاستدان طبقہ پر تو شاید ہی کسی نصیحت کا اثر ہو۔ ان چند ٹکوں میں بکنے والوں کو تو اللہ قہار و جبار کی لاٹھی ہی درست کرے گی۔ میری مخاطب تو وہ مسلم اُمہ ہے جو قہر و جبر کے بوجھ تلے سسک رہی ہے، جنہیں چاروں طرف گھپ اندھیرے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، جنہیں ایک طرف دنیا کی سختیاں دبوچے ہوئے ہیں اور دوسری طرف گناہوں کے گھنگھور سائے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے آخرت کو بھی برباد کر دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ میں اپنی پیاری اور عزیز قوم کے بھائیوں اور بہنوں کو اُس راستے کی طرف بُلانا چاہتی ہوں جو کشادہ بھی ہے اور روشن بھی، جس کی ابتدا میں بھی رحمت ہے اور انتہا میں بھی انتہائی بلند و بالا مقام کامرانی۔ یہ راستہ رب مہربان کا راستہ ہے، جس کی

طرف وہ اپنے ہر بندے اور بندی کو دعوت دے رہا ہے:

﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾﴾

(آل عمران)

''اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جو (خدا سے) ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

آیئے، اپنے رب کے دامن مغفرت میں پناہ لیں۔ آیئے، اس روشنی کی طرف جو ہماری دنیا کو بھی سنوار دے اور آخرت کو بھی اور ہمارے لیے ابدالآباد والی جنتوں کا راستہ ہموار کردے، ہمیں جنتوں کے بالاخانوں میں اونچے اونچے محلات کا وارث بنا دے۔ دنیا کی ذلتوں سے، جھوٹے آقاؤں کی غلامی سے ہمیں نجات دلا کر دنیا کا امام بنا دے۔ دنیا ہمارے پیچھے چلے اور ہم تمام دنیا کو ظلم اور کفر کے اندھیروں سے نکال کر امن وامان کی روشنی میں لے آئیں۔

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۬ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾﴾ (البقرہ)

''جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا دوست اللہ ہے کہ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے۔ اور جو کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ اہل دوزخ ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

میرے بھائیو اور بہنو! خیر امت بن جاؤ، امت وسط کا اعلیٰ اور اشرف گروہ بن جاؤ۔ آؤ سلامتی کے راستے پر گامزن ہو جاؤ۔ قرآن کو ہاتھوں میں مضبوطی سے تھامو اور سینے میں بسالو۔ اس کتاب کی روشنی میں تمہیں دوست اور دشمن کی پہچان بہت آسانی سے ہو جائے گی۔ دوستوں کا ساتھ دینے کا حوصلہ پیدا ہوگا۔ دشمنوں سے مقابلہ کی ہمت آجائے گی۔ کفر اور باطل کا سحر ٹوٹ جائے گا۔ شمالی اُفق سے روشنی پھوٹی تو ہے۔ اللہ کے دیوانے اللہ کی لاٹھیاں لے کر اُٹھے تو ہیں۔ ان شاء اللہ یہ لاٹھیاں جھوٹے سانپوں کو نگل جائیں گی۔

بس اے اللہ رب العالمین کو ماننے والو، ہمت کرو، قرآن کو مضبوطی سے تھام لو اور اللہ کی تلوار بن جاؤ۔ اللہ کے بندوں، غلاموں کی تلواروں کے ساتھ اپنی تلواریں بھی ملا دو۔ پھر دیکھنا، کیسے دنیا پرستی کا یہ بت پاش پاش ہو جائے گا اور خدا پرستی کا چرچا ہوگا، اور اللہ کے بندوں کو ظالموں کے اقتدار سے نجات ملے گی۔

پیاسی دنیا تمہاری منتظر ہے۔ تمہارے پاس آبِ حیات ہے۔ اُٹھو، اس آبِ حیات (قرآن) سے تشنہ لبوں کی تشنگی کو مٹاؤ۔ یہ قرآن پوری انسانیت کی رہنمائی کے لیے انسانوں کے رب نے تمہارے ہاتھ میں تھمایا ہے۔ پیاسی انسانیت جو شرابوں، ہیروئن، شہوت رانی اور خودکشیوں میں پناہ تلاش کر رہی ہے، خدارا اُسے یوں سسک سسک کر مرنے نہ دو۔ ورنہ روزِ محشر یہ بھٹکی سسکتی انسانیت تمہارے خلاف داورِ محشر کی عدالت میں دعویٰ دائر کرے گی۔ تم مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہو گے اور اپنی نجات کے لیے تمہارے پاس کوئی دلیل نہ ہو گی۔ تم اللہ کی عطا کردہ دولت قرآن پر سانپ بن کر بیٹھنے کے مجرم ٹھہرو گے، دنیا کو پیاسا سراب میں بھٹکتے رہنے دینے کے مجرم۔ خدارا، اُٹھو اس سے پہلے کہ رب کائنات تمہیں اُٹھا کر پھینک دینے کا فیصلہ کرلے اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو اُٹھا دے جو تم جیسی نہ ہو۔ مالکِ عرشِ عظیم اپنے کلام عظیم میں فرما چکا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾﴾

(المائدہ)

''اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کردے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں، خدا کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے سے نہ ڈریں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے۔''

نیوز آف دی ویک

''کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا''

ابوالحسن

خبر: ''پرویز مشرف اگر پاکستان آئے تو چیف جسٹس اُن کا استقبال کریں گے۔''

(وزیر اعظم پاکستان یوسف رضا گیلانی)

تبصرہ: محترم وزیر اعظم صاحب، آنے والے کل میں کون کس کا استقبال کرتا ہے یہ تو وقت ہی بتائے گا۔ آپ اپنی پچھلی حکومت میں سپیکر کے عہدہ پر فائز تھے۔ جب آپ کی حکومت کو فارغ کیا گیا تو ناجائز بھرتیوں کے الزام میں اڈیالہ جیل کے سپرنٹنڈنٹ نے آپ کا استقبال کیا تھا۔ اب تو عہدہ بھی سب سے بڑا ہے اور الزامات بھی بڑی اونچی سطح کے ہیں۔ دیکھیے، آئندہ حکومت سے فارغ ہو کر کون آپ کا استقبال کرتا ہے۔ وزیر اعظم صاحب، ہمارا قومی مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے۔ کیا کریں، ساری قوم کے منہ بڑے اور گریبان چھوٹے ہیں۔ دن رات عوام عوام کی پکار لگانے والوں کو عوام کی چیخیں کیوں سنائی نہیں دے رہیں؟ عوام لیڈروں کو کیسے کیسے القاب سے یاد کر رہے ہیں، ہمت کر کے سنیں تو سہی ؎

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا افسانہ کیا
کہتی ہے تجھ کو خلقتِ خدا غائبانہ کیا

حادثات وسانحات اور ایمانی رویہ

ضمیر اختر خان

مملکت خدا داد، اسلامی جمہوریہ پاکستان میں تسلسل سے حادثات، سانحات اور طرح طرح کے المناک واقعات ظہور پذیر ہو رہے ہیں جو بہت سوں کے لیے آزمائش کا سبب بنتے ہیں لیکن کم ہی لوگ ان سے عبرت ونصیحت حاصل کرتے ہیں۔ چند دن لوگ پریشان ہوتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں۔ حالانکہ ہر واقعہ وسانحہ سبق آموز ہوتا ہے جو انسانوں کے طرز عمل اور رویے میں تبدیلی کا باعث بننا چاہیے۔ اس سے دلوں میں ڈر اور خوف پیدا ہونا چاہیے۔ اس کے برعکس کسی حادثہ کی صورت میں لوگوں کی طرف سے عام طور پر جو ردعمل سامنے آتا ہے وہ کچھ اس نوعیت کا ہوتا ہے جیسے یہ کیوں ہوا؟ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا؟ ذرا معلوم کریں، حادثہ کا سبب کیا تھا؟ بڑا افسوس ہوا، قیمتی جانیں ضائع ہوگئیں وغیرہ۔

28 جولائی 2010ء کو ایک نجی فضائی کمپنی کا طیارہ گر کر تباہ ہوگیا جس میں سوار 152 افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ اس حادثے کے فوراً بعد جو تبصرے ذرائع ابلاغ سے نشر ہونا شروع ہوئے ان سے قطعاً ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ یہ سانحہ کسی مسلم ملک میں رونما ہوا ہے۔ نجی ٹی وی چینلز کو تو ایک طرف رکھیے، حکومتی اور نام نہاد قومی چینل پر بھی ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ کی پٹی نہیں چلائی گئی۔ ایسی ایسی باتیں کی گئیں جو کسی طرح بھی ہمارے دین وایمان سے میل نہیں کھاتیں۔ کسی نے کہا پائلٹ کی داڑھی بڑی تھی اور وہ زیادہ عمر کے تھے۔ ایک شگوفہ یہ چھوڑا گیا کہ پائلٹ ساری رات عبادت کر رہے تھے، اس وجہ سے ان پر نیند کا غلبہ ہوگیا اور جہاز حادثے کا شکار ہوگیا۔ نعوذ باللہ یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ اصل خرابی دین پر عمل کرنا ہے۔ یہ شیطان کا اغوا نہیں تو اور کیا ہے۔

غور کیجیے کہ کسی بھی واقعہ وحادثہ پر کیا مسلمانوں کا ردعمل ایسا ہی ہونا چاہیے؟ کیا ایمان کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ کسی بھی ناخوشگوار واقعہ پر زبانوں سے بے ساختہ ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ نکلے؟ اور فوراً اللہ کی جناب میں توبہ واستغفار کیا جائے، اپنے گناہوں کی معافی مانگی جائے۔ اسباب کا تعین بھی صرف اس غرض سے ہو کہ ممکنہ احتیاطی تدابیر کی جائیں، تا کہ کسی درجے میں ان سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ اس کے باوجود اگر حادثہ رونما ہو جائے تو ایمانی رویہ یہ ہے کہ انسان بے ساختہ پکار اٹھے ﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ﴾ (سورۃ التغابن: 11) یعنی کوئی مصیبت اللہ کے اذن کے بغیر نہیں آتی۔ اور اپنی کوتاہیوں پر نظر رکھے، تا کہ اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب سے اپنے آپ کو بچا سکے۔ اس ضمن میں ہمارے دین کی رہنمائی بڑی واضح ہے۔ سورۃ الروم آیت 41 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس﴾ یعنی ''خشکی وتری میں لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے فساد برپا ہوگیا ہے۔'' اللہ کی طرف سے حادثات وسانحات کی صورت میں جو فوری گرفت ہوتی ہے اس کے بارے میں آگے فرمایا: ﴿لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ﴾ تا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے کچھ اعمال کا مزہ چکھا دے۔ شاید وہ ایسے کاموں سے باز آجائیں۔'' سورۃ السجدۃ آیت 21 میں ان سانحات کو ''عذاب ادنیٰ'' سے تعبیر کیا گیا اور ساتھ ہی مقصد کی نشان دہی کی گئی، وہ یہ کہ لوگ ان سے عبرت ونصیحت حاصل کریں۔ فرمایا: ﴿وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ﴾ یعنی ''ہم انہیں (قیامت کے) بڑے عذاب سے پہلے ہلکے عذاب کا مزا بھی ضرور چکھائیں گے۔ شاید وہ (اپنی روش سے) باز آجائیں۔'' بڑا عذاب تو جہنم کا عذاب ہے۔ دنیا کا بڑے سے بڑا عذاب جہنم کے عذاب سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتا، جس کے تصور سے ہی بڑے بڑے کانپ جاتے تھے۔ اس امت مسلمہ کے گل سرسبد جناب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ عجیب جذب کی کیفیت میں آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں گھاس کا ایک تنکا ہوتا، جس سے کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا! کاش میں درختوں پر چہچہانے والی چڑیا کی مانند ہوتا، جس کا کوئی محاسبہ نہیں ہوگا! عذاب الادنیٰ سے مراد دنیا میں پہنچنے والے مصائب ہیں جو انفرادی طور بھی ہر انسان کو دیکھنا پڑتے ہیں، مثلاً بیماریاں، اعزہ واقارب کی موت یا کئی دوسرے حوادث، اور اجتماعی زندگی کے مصائب الگ نوعیت کے ہوتے ہیں، مثلاً قحط، زلزلے، وبا، فسادات، سیلاب، فضائی وزمینی حوادث جن سے بیک وقت ہزاروں انسان لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہلکے ہلکے عذاب ہی نہیں بلکہ تنبیہات بھی ہیں، تا کہ لوگ بروقت سنبھل جائیں اور انہیں معلوم ہو جائے کہ ان سے بالاتر کوئی ہستی موجود ہے جو ان کی بداعمالیوں پر گرفت کر سکتی ہے۔

ہمارے ہاں سیلاب کی وجہ سے جو تباہی آئی اس میں بھی اصل زور اس پر رہا ہے کہ یہ حکومت کی نااہلی کے سبب ہوئی ہے۔ مانا کہ ہمارے ہاں حکومتیں بہت زیادہ کوتاہی کی مرتکب ہوئیں، لیکن ہم نے یہ بھی کبھی سوچا کہ یہ حکومت والے کون لوگ ہیں۔ یہ بھی تو ہم ہی میں سے ہیں۔ کیا ہم نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں پڑھا کہ ((اعمالکم عمالکم)) او کما قال ''تمہارے اعمال ہی تمہارے حکام ہوتے ہیں۔'' حقیقت یہ ہے کہ اس وقت ہم بحیثیت قوم اللہ کے عذاب کی گرفت میں ہیں۔ اس کا تعلق ہماری اس بدعہدی سے ہے جو گزشتہ 63 سال سے ہم اللہ سے کر رہے ہیں۔ ہم نے پاکستان بناتے وقت اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تو ہمیں پاکستان کی صورت میں ایک آزاد خطۂ زمین عطا فرما دے تو ہم تیرے دین کو یہاں نافذ کریں گے اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق زندگی گزاریں گے۔ لیکن ملک بننے کے بعد ہم مسلسل اپنے دین سے دور ہوتے گئے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہم کھلم کھلا منکرات کا ارتکاب کر رہے ہیں، اور روکنے والا کوئی بھی نہیں۔ سودی معاملات، مخلوط محفلیں، موسیقی کا شور وہنگامہ، بے پردگی وعریانی، موبائل فون سے نوجوانوں کا چوبیس گھنٹے شغف، انٹرنیٹ

(باقی صفحہ 13 پر)

پنجابی ''مولوی'' کا نصابِ تعلیم؟

ماجد شیخ

اخذ و ترجمہ: سید محمد افتخار احمد

ہمارے جدید تعلیم یافتہ (درحقیقت جاہل) دانشوروں کو اس بات کا علم ہی نہیں ہے کہ آج سے تقریباً 125 سال قبل ایک مسلمان اُستاد کو اُستاد بننے (ٹیچرز ٹریننگ) کے لیے پنجاب میں کیا علم حاصل کرنا پڑتا تھا؟ اس علم کے کامیاب حصول کے بعد اسے ''مولوی'' کی سند عطا کی جاتی تھی جو بہت معزز اور قابل احترام درجہ رکھتی تھی۔ بدقسمتی سے گورے انگریز 1857ء سے 1947ء تک اور کالے انگریز (پاکستان کے بیوروکریٹس اور سیکولر مسلمان طبقہ) اور ایڈوانس میڈیا سب مل کر اس لفظ ''مولوی'' کو بدنام کرنے کے درپے ہیں۔ لارڈ میکالے وائسرائے ہند نے برصغیر میں نئی تعلیمی پالیسی مرتب کی جس نے مروجہ قدیم تعلیم کو ختم کر کے ایسی انگریزی تعلیم جاری کی جس سے ''کلرک، بابو اور کالے انگریز'' جنم لے سکیں جو انگریزی راج کے معاون و خدمتگار بنیں۔ اسی دور میں (1886ء میں) ایک انگریز ماہر تعلیم ڈاکٹر جی ڈبلیو لیٹنر (Dr. G.W Leitner) نے لاہور کی تعلیمی سرگرمیوں کے بارے میں ایک مضمون لکھا جس سے ''پنجابی مولوی'' کے نصاب تعلیم پر روشنی پڑتی ہے۔ اس وقت معاشرے میں اُستاد اور مولوی کا اتنا احترام ہوتا تھا کہ آج Ph.D کا بھی ان کے برابر درجہ نہیں ہے۔ ''مولوی'' کی طرح ''منشی'' اور ''مُلاّ'' کا بھی علمی درجہ تھا۔ اس مضمون میں ڈاکٹر لیٹنر نے ''مولوی'' کے تحصیلِ علم کو اُس کی اپنی زبانی بیان کیا ہے۔

''بیس سال کی عمر تک میں نے قواعد صرف و نحو، منطق، ادب، ریاضی، اصول قانونِ فقہ مقامی مدرسات بٹالہ، لاہور، ہوشیار پور جیسے شہروں میں پڑھے۔ اور ان مضامین کے ابتدائی درجہ کی کتب مثلاً شرح مُلاّ حسن جو مسلم العلوم، میر زاہد، صدرا، مختصر المعانی، مطول، حامی، قانونچہ، خیالی، شرح العقائد اور شرح الوقایہ وغیرہ پر محمول ہیں، عبور حاصل کیا۔ اس کے بعد میں نے دہلی جو عربی علوم کی درسگاہ تھی، کا سفر اختیار کیا۔ دہلی میں میں نے حمد اللہ، قاضی، تفسیر جلالین، توضیح، تلویح، ہدایہ، صدرا اور چھ کتب حدیث (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) اور مشکوٰۃ و موطا کی تعلیم مکمل کی۔ پھر علی گڑھ میں فلسفہ صدرا، شرح ہدایت الحکمت اور طب میں سدیدی، نفیسی اور قانونِ بوعلی سینا کے علوم پر دسترس حاصل کی۔ اس کے بعد میں اعلیٰ تعلیم کے لیے کاندھلہ، مظفر نگر گیا، جہاں میں نے فلسفہ اور حکمتِ دین کی کتب مثلاً میر زاہد کے امورِ عامہ، شمس بازغہ، شرح مُسلم اور شرح المواقف اور اس کے ساتھ ہی عربی زبان میں ریاضی دان اقلیدس کی پہلی دو کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد بنارس میں میں نے پورے ہندوستان سے علماً کی ایک عظیم جماعت جو ریاضی اور نجوم کی سائنسی کتب مثلاً شرح چغمینی، اصطرلاب (سماوی ارتفاع کی پیائش کا آلہ) کا بیسواں باب، الماجستہ اور اقلیدس کے حصول علم کے لیے آئی تھی، میں شمولیت اختیار کی۔ ان کتب پر عبور حاصل کرنے کے بعد میں کلکتہ گیا جہاں میں نے اعلیٰ عربی ادب مثلاً دیوانِ حماسہ، دیوانِ متنبّی، سبع معلقات اور مقاماتِ حریری وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد میں نے لکھنؤ میں کچھ عرصہ قیام کیا جہاں مولوی نعمت اللہ سے جو ریاضی اور فلسفہ کے ماہر اُستاد جانے جاتے تھے، ریاضی اور فلسفہ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ان سب علوم پر عبور حاصل کرنے کے بعد میں لاہور آ گیا۔ یہی میری جائے قیام قرار پائی''۔

اگرچہ مقامی دارالعلوموں پر ہندوستان (انگریزی دور) کے محکمہ تعلیم کی طرف سے سختیوں اور بندشوں کی وجہ سے بہت زد پڑی، تاہم ابھی کسی نہ کسی طرح وہ فارسی، عربی، ریاضی، منطق اور علم کی دوسری شاخوں کے ماہرین (سپیشلسٹ) جو انگریزی سکولوں کے ماہر تعلیم (گریجوایٹس) سے کہیں زیادہ بہتر ہوتے تھے، پیدا کر رہے تھے۔ یہ تھی ''پنجابی مولوی'' کی تعلیم جسے بڑا اعزاز حاصل تھا۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انگریزوں کے پنجاب میں آنے سے پہلے یہاں علم کا کیا مرتبہ (سٹینڈرڈ) تھا۔ انگریزوں نے پنجابی زبان میں ان علوم کی تعلیم حاصل کرنے، نیز ''مولوی'' کی اعلیٰ تعلیم، ریاضی اور سائنس کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے پر پابندی عائد کر دی، تاکہ مسلمانوں کو جن سے انہوں نے حکومت چھینی تھی زیادہ سے زیادہ ذلت (degrade) میں دھکیلا جا سکے۔ اس کے ردعمل میں مسلمانوں نے مدارس میں کسی نہ کسی طرح اپنی مذہبی تعلیم کو جاری رکھا اور انگریزی اسکولوں کی تعلیم حاصل کرنے سے گریز کیا۔ کچھ عرصہ بعد مسلمانوں نے سائنس وغیرہ کی تعلیم کا بائیکاٹ کرنا شروع کر دیا کہ یہ انگریزوں کی تعلیم ہے۔ آج جبکہ دنیا کی ہر یونیورسٹی ان علوم کے میدان کو ترجیح دے رہی ہے ہمارے مدارس نے اسے بالکل خیر باد کہہ دیا ہے۔ ان کے خیال میں ''یہ تعلیم بدیسی ہے'' اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو سمجھنے کے لیے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے صوفیا کا بھی اب یہی خیال ہے کہ جس طریقہ سے ہم اللہ تعالیٰ کی عظمت کا ادراک کر رہے ہیں یہی ہمارے لیے صحیح اور کافی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ آسمان و زمین تمہارے لیے پیدا کیے ہیں۔ اے عقل والو! اے یقین کرنے والی قوم! دیکھو اور غور کرو (2:164، 3:190) ہمارے قدیم ''مولوی'' اسی کے مطابق دنیا کے تمام علوم حاصل کرتے تھے۔

انگریز اور اس کے پروردہ آزاد خیال لوگوں نے لفظ ''مولوی'' کو اتنا رسوا کیا کہ اب یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ معمولی مذہبی علم رکھنے والے، داڑھی والے، امام مسجد ہی ''مولوی'' یا ''مولانا'' ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے علماء نے بھی اسی کو پسند کر لیا ہے۔ دوسری طرف "O" لیول اور "A" لیول جو اب برطانیہ میں بھی جاری نہیں رہا۔ مگر ہمارے ہاں اس کے بخار نے ''میٹریکولیٹ'' کے درجہ کو دوسرے درجہ کا طالب علم بنا دیا ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ میٹریکولیٹ علم کے لحاظ سے "O" لیول سے کہیں بہتر ہے۔ ڈاکٹر لیٹنر کی یہ 125 سال قبل کی تحریر ہمارے دینی مدارس کی رہنمائی کے لیے ایک بہترین تحریر ہے، جس سے وہ قدیم ''مولوی'' اور ''مولانا'' کے درجہ پر فائز ہو سکتے ہیں۔ اور پھر سے اپنی کھوئی ہوئی متاع حاصل کر سکتے ہیں۔

(ماخوذ از روزنامہ ڈان، جولائی 2008ء)

دہشت گردی نہیں'

اصل مسئلہ قرآن مجید کو حَکَم بنانا ہے

جو صلیبیوں کو پریشان کیے جا رہا ہے (II)

صلیبی چاہتے ہیں کہ افغان مسلمان انہی قوانین، اقدار اور معیارات کو قبول کریں جو واضح طور پر یا تو قرآن سے متصادم ہوں یا قرآن کو مسترد کر دیتے ہوں

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

ترجمہ: محمد فہیم

نیو کنزرویٹوز، اینجلیکلز اور ویٹی کن نے قرآن کے مختلف حصوں کے ساتھ مختلف مسائل کو متعلق کرنے کی مذموم حرکت شروع کر رکھی ہے۔ پوپ بینڈکٹ کو قرآن کی مرکزیت کا احساس ہے۔ Ignatius press سان فرانسسکو میں پوپ کے شائع کردہ انٹرویو (1997ء) "Salt of the Earth" میں جسے "The Church at the End of the Millennium" کا نام دیا گیا ہے، پوپ نے مسلمانوں کے لیے قرآن پر عمل کی ضرورت کے متعلق اپنے فکر کو ان الفاظ میں کھول کر بیان کیا ہے:

''اسلامی ضابطے اور احکام کو قانونی حیثیت میں روبہ عمل لانے کے متعلق مغرب میں آج کل کا بحث و مباحثہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تمام مذاہب کی بنیادی ساخت ایک جیسی ہے، لہٰذا وہ تمام کسی بھی جمہوری نظام کے دیئے ہوئے ضابطوں کے تحت چل سکتے ہیں۔ البتہ اسلام کے لیے ایسا ہونا اس کی روح سے متصادم ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ اسلام میں سیاسی اور مذہبی دائرے ایک دوسرے سے جدا نہیں، جبکہ عیسائیت ابتدا ہی سے ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ دائرے مانتی ہے۔ قرآن ایک مکمل مذہبی قانون دیتا ہے جو سیاسی اور معاشرتی زندگی کو کلی طور پر منضبط کر دیتا ہے اور وہ اس پر مُصر ہے کہ نظامِ زندگی پورا کا پورا اسلامی ہوگا۔ شریعت اسلامی معاشرے کو ابتدا سے انتہا تک تشکیل کر دیتی ہے۔ اس معنی میں یہ قرآنی قانون ہمارے دستور میں دی ہوئی بعض آزادیوں پر قدغن لگا سکتا ہے، گو کہ یہ اس کا ہدف نہیں۔ ہمارے بھی حقوق ہیں جیسے کہ کیتھولکس اور پروٹسٹنٹس کے ہیں۔ لہٰذا کسی جمہوری نظام کے تحت اسلام کو (یعنی قرآنی نظام) کو وہ حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی جو اس کی فطرت کا تقاضا ہے۔ کسی ایسے نظام کے تحت ہونا اس کے لیے اپنے آپ سے ایک گونہ بیگانگی کی حالت ہوگی۔''

اس احساس کے باوجود سارا زور اس نکتہ پر ہے کہ مسلمانوں کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ قرآن کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنانے کی بجائے اسے مغربی طرز حیات اور ''جدید اقدار'' کے ساتھ ہم آہنگ کریں۔ ڈینئل پیپس اس نقطہ نظر کو فروغ دینے والوں میں سے چوٹی کی ایک شخصیت ہے۔ بُش نے بھی اپنے آپ کو اسی سوچ کا حامل ثابت کیا ہے، کیونکہ اس نے آخری حد تک جا کر کوشش کی ہے کہ سرکاری تھنک ٹینک "United State Institute of Peace" میں ڈینئل پیپس کی متنازعہ رکنیت یقینی بنا دی جائے۔ جدید اعتدال پسندی کیا ہے؟ یہی کہ قرآن کے بعض حصوں کو غیر ضروری ثابت کیا جائے، کیونکہ ان کی زمانہ حال کے حقائق سے کوئی مناسبت نہیں بنتی (نعوذ باللہ)۔ یہی وہ چیز ہے جو نیو یارک ٹائمز اپنے 14 نومبر 2003ء کے اداریے کے ذریعے بے خوفی کے ساتھ مرکزی دھارے میں شامل میڈیا میں لایا ہے۔ درحقیقت اسلامی حکومت کی شکل میں ایک اصل اسلامی ماڈل قائم کرنا طالبان کا ایک خواب تھا۔ یہ خواب اسلام خائف طاقتوں کے لیے ایک خوفناک، ڈراؤنا خواب بن گیا تھا۔ وہ چاہتی ہیں کہ افغانستان کے دستور میں ایسی چیزوں کو شامل کر دیا جائے جن کی بدولت انھیں اس ڈراؤنے خواب سے چھٹکارا مل سکے۔ جس چیز سے یہ ایڈیٹر اور اسلام خائف نیو یارک ٹائمز کے کالم نگار تکلیف میں ہیں، وہ یہ ہے کہ ''افغانستان کا مجوزہ دستور کہتا ہے کہ کوئی قانون اسلام کے مقدس مذہب کے مخالف نہیں ہو سکتا'' اور یہ کہ ''سپریم کورٹ کے ممبران کے لیے ضروری ہے کہ وہ یا تو سول لاء یا پھر اسلامک لاء کے عالم ہوں۔ یہ ایک ایسی شرط ہے جو ان ججوں کی تعداد کو بڑھانے کا امکان پیدا کرتی ہے جن کے فیصلے زیادہ تر قرآنی احکام کی بنیاد پر ہوں گے بنسبت سول لاء کے۔''

لہٰذا ''قرآن کو حَکَم بنانا'' اصل مسئلہ ہے جو دورِ جدید کے صلیبیوں کو پریشان کیے جا رہا ہے۔ امریکہ افغانستان میں کیوں براجمان ہے؟ اس کی اصل یہی وجہ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ افغان مسلمانوں کو انہی قوانین، اقدار اور معیارات کو قبول کرنا ہوگا جو واضح طور پر یا تو قرآن سے متصادم ہوں اور یا قرآن کو مسترد کر دیتے ہوں۔ قرآن کی بنیاد پر فیصلہ کرنا اس لیے ایک مسئلہ ہے، کیونکہ نیو یارک ٹائمز کے ایڈیٹروں کے خیال میں ''قرآن اس دستاویز (مجوزہ افغان دستور) میں انسانی حقوق کی تحفظ کو مخدوش بناتا ہے۔''

نیو یارک ٹائمز کے مدیران امریکہ اور اُس کے حکام سے اپیل کرتے ہیں کہ ''وہ افغان دستور میں ایسی زبان استعمال کرنے کے لیے دباؤ ڈالیں جس میں قرآن کا کوئی حوالہ نہ ہو''۔ اور پھر یہ مدیران نام نہاد انٹرنیشنل کمیونٹی کو پکار کر اپیل کرتے ہیں ''بین الاقوامی برادری کے لیے وقت ہے کہ پلڑے میں اپنا وزن ڈالے۔ ضروری ہے کہ یہ دستور (مجوزہ افغانی آئین) تمام افغان شہریوں کو مستقلاً یہ یقین دلا دے کہ ان کی ''اہم ترین بنیادی آزادیاں ناقابلِ تبدیل ہیں، جن میں حکومت وقت، اس کی عدالتیں اور مذہبی پیشوا کوئی تبدیلی نہیں لا سکتے اور ان آزادیوں کو سلب نہیں کر سکتے، کیونکہ قرآن حکیم کا کوئی حوالہ اہم ترین بنیادی آزادیوں پر براہ راست نقب لگا کر ان کو ختم کر دے گا۔''

قابل غور نکتہ یہ ہے کہ یہ جو سخت فکرمندی ظاہر کی گئی ہے اور جو اپیل اقوام متحدہ، بین الاقوامی برادری اور امریکی حکام کے نام 14 نومبر 2003 والی نیو یارک ٹائمز کے اداریے میں کی گئی ہے، ایسا نہیں کہ یہ امریکہ کے خلاف کسی قسم کی دہشت گردی کے خطرہ کی وجہ سے ہے یا ''وہابی ازم'' کے اژدہا کی وجہ سے ہے یا کسی غلط معنی میں تعبیر کردہ اسلام کی کسی برانڈ کی وجہ سے ہو، اس وجہ سے بھی نہیں کہ امریکہ کے خلاف کوئی اعلان جہاد کیا

گیا ہے اور نہ ان عنوانات کی وجہ سے ہے جن کو جواز بنا کر اسلام کے خلاف معرکہ آرائیاں کی جاتی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی چیز اس اپیل کا سبب نہیں بنی۔ اصل بات یہ ہے کہ نیو یارک ٹائمز کا یہ اداریہ براہ راست پکار کر دُنیا کو یہ دعوت دیتا ہے کہ آگے آؤ، اور افغان قوم کو قرآن سے دور رکھنے کے لیے اپنا کردار ادا کرو۔

نیو یارک ٹائمز کا اداریہ براہ راست پکار کر دُنیا کو یہ دعوت دیتا ہے کہ آگے آؤ، اور افغان قوم کو قرآن سے دور رکھنے کے لیے اپنا کردار ادا کرو

یہ اداریہ اسلام خائف قوتوں اور دوسرے ایسے لوگوں کی سوچ کی کھلی نفی کرتا ہے جو اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ کا افغانستان میں ڈیرے ڈالنا طالبان کے رویہ اور اسامہ کی موجودگی کی وجہ سے ہے۔ امریکہ میں دوسرے تھنک ٹینکس بھی نیو یارک ٹائمز کے متذکرہ اداریہ کے خطوط پر رپورٹیں مرتب کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ادارہ RAND Institute کے زیر اہتمام "Democracy & Islam in the New Afghanistan Constitution" کے عنوان سے شائع شدہ مضمون ان لوگوں کے لیے چشم کشا ہے جو اَب بھی اس حقیقت کو ماننے کے لیے تیار نہیں کہ دہشت گردی، بنیاد پرستی، اسلام ازم اور اسی قبیل کی دوسری تعفن والی قیاس آرائیاں صرف بہانے ہیں جو اس لئے اختیار کئے گئے ہیں کہ ان کے ذریعے مسلمانوں کو قرآن سے دور رکھنے کی راہ نکالی جا سکے۔ اسی طرح دور جدید کے صلیبیوں کے مطابق، جنہوں نے میڈیا کے سالہا سال کے پروپیگنڈا کے بعد افغانستان پر حملہ کی راہ ہموار کی افغان آزادی کی زندگی نہیں گزار سکتے، اور ان کے حقوق کے تحفظ کو یقینی نہیں بنایا جا سکتا جب تک کہ ان کے ملکی دستور سے قرآن کا تعلق بالکلیہ ختم نہیں کیا جاتا اور (نعوذ باللہ) ان کو اسلام سے آزادی نہ دلائی جا سکے۔ بے شک افغان عوام قرآن کو گھروں میں ذاتی طور پر حصول ثواب کے لیے پڑھ سکتے ہیں لیکن ایسی کوئی کاوش کہ اسے عملی رہنمائی کے لیے بروئے کار لایا جائے اور اس کی تعلیمات کی روشنی میں زندگی گزاری جائے، یہ دُنیا کے موجودہ جدید نظام کے لیے زبردست خطرہ ہے۔ یہ ہے امریکہ کی اپنے اور اپنے اتحادیوں کے لیے وہ سوچ ہے جس کے تحت 21ویں صدی کے یہ صلیبی اسلام کے چیلنج کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں (جس کی تفصیل باب سوم میں بیان کی گئی ہے)۔

آخر میں آ کر تمام آزادی و آوارگی اور تمام تر ''روشن خیال اعتدال پسندی'' صاف طور پر اس نکتہ پر جمع ہو چکی ہیں کہ قرآن کو الوداع کہہ کر نکال باہر کیا جائے۔ عراق میں بھی اسی سوچ کو عمل درآمد کے لیے آگے بڑھایا جا رہا ہے۔ سعودی حکومت اور حزب اختلاف دونوں کو ایک بُرائی کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایران اور شام پر بھی نگاہیں جمی ہوئی ہیں۔ امریکہ اور پاکستان کے درمیان محبت کی پینگیں بڑھانے کی پالیسی بھی زیادہ دیر تک چلنے والی نہیں۔ مدرسوں کو پہلے ہی کافی حد تک بدنام کیا جا چکا ہے۔ صرف یہ ہے کہ ان کو عملی طور پر تباہ کرنے کا کام ابھی شروع نہیں ہوا اور آخر کار جب اس کام کا آغاز ہو جائے گا تو کلی طور پر ان مدرسوں پر پابندی لگنے یا ان کے مکمل انہدام کے نتیجے میں عوامی سطح پر مخالفت کے باوجود امریکی ڈکٹیشن کی کوئی مزاحمت نہیں ہوگی۔

دُنیا کی مسلم حکومتیں ان ظالمانہ جنگوں اور ان کے نتیجے میں افغانستان اور عراق پر ناجائز قبضہ جمانے پر خاموشی اختیار کئے ہوئی ہیں۔ افغانستان اور عراق میں کامیابی حاصل کر لینے کے بعد امریکہ اور اتحادی مل کر بقیہ مسلم دُنیا کو بھی اس پر مجبور کریں گے کہ وہ بھی قرآن اور ایک اسلامی شناخت کے ساتھ اسلام کے تحت زندگی گزارنے کے جذبہ کو خدا حافظ کہہ کر فارغ ہو جائیں۔ بدقسمتی سے مسلمانوں میں ایک جسم کے مانند بحیثیت ایک امت زندہ رہنے کا کوئی شعور باقی نہیں رہا۔ لیکن پھر بھی ایک سوال ہے جو پوچھا جانا چاہیے، اور وہ یہ کہ ''قطع نظر اس سے کہ مسلمان مصنوعی طور پر منقسم ہو چکے ہیں اور ان میں اتحاد اور اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کے فریضہ کے احساس کا فقدان بھی ہے، کیا وہ اس پر بھی تیار ہو جائیں گے کہ (نعوذ باللہ) وہ قرآن کو مسترد کر دیں، جس کا کہ یہ صلیبی مطالبہ کرتے ہیں؟'' اس سوال کا جواب اور اس کے عواقب ایسی چیزیں ہیں جن پر ہر ایک کو سوچنا چاہیے۔

[جاری ہے]

تنظیمی اطلاعات

مقامی تنظیم النور کالونی اسلام آباد میں چودھری سلطان کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم النور کالونی اسلام آباد میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 16 اگست 2010ء میں مشورہ کے بعد چودھری سلطان کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم مسلم ٹاؤن راولپنڈی میں محمد قدیر عباسی امیر مقرر

ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم مسلم ٹاؤن (راولپنڈی) میں تقرر امیر کے لیے موصولہ تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 26 اگست 2010ء میں مشورہ کے بعد جناب محمد قدیر عباسی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

دعائے مغفرت کی اپیل

- حلقہ کراچی جنوبی کے ملتزم رفیق حافظ ذیشان کے والد انتقال کر گئے
- قرآن اکیڈمی کراچی جنوبی کے امیر فیصل منصوری کی والدہ کا انتقال ہو گیا
- قرآن اکیڈمی کراچی کے نائب امام قاری محمد یوسف کے والد وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی ڈیفنس کراچی کے ملتزم رفیق حبیب الرحمٰن کی ہمشیرہ انتقال کر گئیں
- تنظیم اسلامی ٹوبہ ٹیک سنگھ کے امیر غلام نبی کی والدہ وفات پا گئیں
- چھالیہ کے رفیق تنظیم فیصل شبیر کی اہلیہ قضائے الٰہی سے انتقال کر گئیں
- لالہ موسیٰ کے رفیق تنظیم رضوان احمد کے چچا وفات پا گئے
- ادارہ کے کمپیوٹر سیکشن سے وابستہ سینئر کارکن جناب سلیم بیگ کے والد انتقال کر گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین و رفقاء سے بھی دُعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ
وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَسِيْرًا

رگوں میں دوڑتی کرپشن

> ”ہم آپریشن تھیٹر کے دروازے میں داخل ہو چکے ہیں اور اس سے بڑی خوشخبری کسی قوم کے لیے کیا ہو سکتی ہے۔“

اوریا مقبول جان

کرپشن اور بد دیانتی کے یہ واقعات پچیس سال پرانے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہمارے دفاتر میں بہت سے لوگ ایسے نظر آ جاتے تھے جو رزق حلال پر گزارا کرتے اور جو روکھی سوکھی مل جاتی کھا لیتے۔ لیکن ان کا معاملہ یہ ہو چلا تھا کہ انہیں ایسی جگہ تعینات کر دیا جاتا جہاں وہ کرپشن اور بد دیانتی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوشش نہ کر سکیں۔ ایسی پوسٹوں کو عرفِ عام میں کھڈے لائن کہا جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ ایماندار لوگ خود بھی آرام کی زندگی گزارنے اور معاشرے میں پھیلتے ہوئے بد دیانتی کے اثر ورسوخ کو دیکھتے ہوئے اپنی تعیناتی ایسی جگہ کرواتے جہاں رشوت کے پیسے کا لین دین بالکل نہ ہو۔ یوں ایماندار آدمی ایک طویل عرصہ اگر کھڈے لائن قسم کی پوسٹوں پر گزارتا تو اہم جگہ تعیناتی پر لگاتے ہوئے کرپشن مافیا چیخ اُٹھتا کہ اس کا تو ایسی جگہوں کا کوئی تجربہ ہی نہیں، اسے کیا پتہ کوئی تھانہ، ضلع یا محکمہ کیسے چلایا جاتا ہے۔ یوں کسی بد دیانت لیکن سرکاری زبان میں efficient (اہل) شخص کو تعینات کر دیا جاتا۔ میں جس زمانے کی بات کر رہا ہوں اس وقت تک یہ قاعدہ کلیہ رواج پا چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب میں کوئٹہ میں زیر تربیت اسسٹنٹ کمشنر تھا تو میرے ڈپٹی کمشنر نے ایک گُر کی بات سمجھاتے ہوئے مجھے کہا کہ دیکھو، نوکری میں کام کی بروقت اور مناسب انجام دہی ہر نوکری کا زریں اصول ہے۔ اس لیے اگر تمہیں اپنے ماتحتوں میں سے کسی اہم ذمہ دار کے لیے ایماندار اور نا اہل یا بے ایمان اور اہل کے درمیان انتخاب کرنا پڑے تو بے ایمان کو چننا عقل مندی ہوگی کیونکہ ایک بے ایمان آدمی کرپشن کے سوا باقی سب کاموں میں فوری نتائج مہیا کر کے اپنی اور اپنے افسر کی ساکھ کو بہتر بناتا ہے۔ میں نے بد دیانتی کے بہت سے معاشرتی اور عوامی اثرات بتائے تو ساتھ بیٹھے دیگر افسران نے کہا حکمران سیاسی ہوں یا فوجی، سب کے سب فوری نتائج کے طالب ہوتے ہیں۔ ان سب نے بد یانتی کو ایک معاشرتی رویے کے طور پر قبول کر لیا ہے اور اب تو عوام بھی یہ یقین کرتے ہیں کہ جو افسر پیسے نہیں لیتا وہ دراصل اس کا کام کرنا ہی نہیں چاہتا۔

تقریباً ایک سال کے وقفے کے بعد میں اسی کوئٹہ میں اسسٹنٹ کمشنر لگا۔ ان دنوں کوئٹہ میں ہوائی فائرنگ بہت ہوتی تھی۔ لوگ شوقیہ طور پر ایسا کرتے جس سے بے گناہ جانیں ضائع ہوتیں۔ ضیاء الحق کے مارشل لاء کا آخری دور تھا۔ الیکشن ہوئے اور نواب اکبر بگٹی وزیر اعلیٰ بن گئے۔ ان کی گورنری کے دور کی شہرت ایک بے داغ اور غیر متعصب ایڈمنسٹریٹر کی تھی۔ آتے ہی انہوں نے ہوائی فائرنگ پر پابندی لگانے کو کہا۔ ہم نے دفعہ 144 کے تحت پابندی لگا دی۔ لیکن شام کو ان کا اپنا گن مین جو ان کی پارٹی کا عہدیدار بھی تھا، ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے پکڑا گیا۔ نواب بگٹی نے رہائی کے لیے نہیں کہا۔ بس اتنا پوچھا جرم قابل ضمانت ہے۔ میں نے جواب دیا جی ہاں۔ کل میرے لوگ علاقہ مجسٹریٹ کے پاس ضمانت کے لیے آئیں گے۔ ضمانت ہو گئی تو فون آیا کہ مجسٹریٹ نے تین ہزار روپے رشوت کے طور پر لیے ہیں۔ مجسٹریٹ کو بلایا گیا تو وہ ماتھا پیٹنے لگا۔ بتایا کہ مجھے معلوم تھا کہ لوگ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں۔ لیکن پتہ نہیں کیوں جب ضمانت کا حکم جاری کر کے، مچلکے لے کر مخلصی اس کو دینے لگا تو میرا دل بیٹھ گیا، یہ سوچ کر کہ اس کا مفت کام ہو رہا ہے۔ میں نے رقم کی طلبی کا بس اشارہ ہی کیا تھا کہ انہوں نے تین ہزار روپے میرے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

دوسرا واقعہ بھی تقریباً اسی دور کا ہے۔ ایک بد دیانت لیکن حکومتی زبان میں ”اہل اور کار آمد“ آفیسر جو نائب تحصیل دار سے ڈپٹی کمشنر کے عہدے تک اہم ترین مقامات پر تعینات رہا، اچانک ایک الیکشن میں غلط امیدوار کے حق میں دھاندلی کے جرم میں پہلی دفعہ سیکرٹریٹ میں تعینات ہوا۔ اکثر کہا کرتا پہلی دفعہ غلط بس میں سوا ہوا۔ سیکریٹریٹ میں تعیناتی کے بعد انہوں نے اپنے سٹینو کو عدالت کا ریڈر تصور کرتے ہوئے سوال کیا کہ یہاں پر کوئی مثل، فرد، یا فیصلے کی فائل نہیں آتی۔ اس نے کہا نہیں۔ اس نے سوال کیا، کوئی اور ”ذریعہ آمدنی“؟ سٹینو نے کہا، یہ پوسٹ بالکل ”خشک“ ہے۔ کہنے لگے، دیکھو میں روز تم کو پچاس ہزار روپے دیا کروں گا۔ تم شام کو جاتے ہوئے خاموشی سے میرے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو مجھے ساری رات نیند نہیں آئے گی۔

اسی دور کا تیسرا واقعہ ذرا مختلف ہے لیکن وہ بھی کرپشن کے اس گورکھ دھندے کا پتہ دیتا ہے۔ ایک اعلیٰ پولیس آفیسر جو سب انسپکٹر سے ترقی کر کے وہاں تک پہنچا تھا، اس نے اپنے ایسے ہی کارناموں سے ایک وسیع جائیداد بنا لی تھی۔ اس کے بیٹے نے سول سروس کا امتحان پاس کیا اور پولیس سروس میں آ گیا۔ باپ نے کہا، دیکھو میں نے تمہارے اردگرد سونے چاندی کی دیواریں کھڑی کر دی ہیں۔ تم نوکری کے ابتدائی بیس سال ایمانداری سے گزارنا۔ اپنا ایک بہترین اور ایماندار افسر کا تصور لوگوں کے ذہنوں میں جما دینا۔ پھر اگر تم خاموشی سے بڑا ہاتھ بھی مارو گے تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔ سول سروس والے اس بیٹے نے جب پہلی دفعہ ایک اے ایس پی کے طور پر نوکری شروع کی تو اس کے ایس پی نے اسے بلایا اور پوچھا کہ تمہارے پاس کتنے تھانے ہیں۔ کہنے لگا تین۔ کہا ہر ماہ فی تھانہ پچیس ہزار روپے جمع کروا دیا کرو۔ نوجوان کرسی سے اچھلا اور بولا۔ میں ایک ایماندار نوجوان افسر ہوں۔ آپ نے یہ سوال مجھ سے کیوں کر دیا۔ ایس پی نے اسے کہا، آرام سے بیٹھ جاؤ۔ جب تمہارا باپ ایس پی تھا تو میں ایک تھانے میں ایس ایچ او تھا۔ میں اسے ہر ماہ پچیس ہزار روپے دیتا رہا

ہوں۔ میں نے اتنے سال گزرنے کے باوجود بھی ان میں ایک روپے کا اضافہ نہیں کیا۔تم سے اتنے ہی طلب کیے۔اب تم خاموشی سے جاؤ اور جس حرام مال سے پلے ہو اسی کا اہتمام کرتے رہو۔

کرپشن یا بددیانتی کی اس قسم کو نفسیات دان pathalogical کرپشن کہتے ہیں۔ایسی بددیانتی جو انسانوں کی رگوں میں خون بن کر دوڑنے لگتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک ہیروئن یا کسی اور منشیات کے عادی شخص کی رگوں میں اگر نشہ نہ اترے تو اسے چین اور اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ پچیس سال پہلے یہ مرض تھا اور بڑھ رہا تھا۔اس کا بڑھنا اس ملک کا مقدر ہوتا جا رہا تھا۔کیونکہ اس ملک کی سیاسی اور فوجی قیادت نے بھی ان تمام لوگوں کے ساتھ مل کر اس گنگا میں ہاتھ دھونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔سب کے سب کے ایک ناپاک گٹھ جوڑ میں ایسے متحد ہوئے کہ ایک دوسرے کو تحفظ دیتے رہے اور پھر میرے ملک کا کوئی محکمہ بھی اس رگوں میں اترنے والی کرپشن سے پاک نہ رہا۔ بیواؤں کی پنشنوں پر روپے وصول کرنے سے لے کر امتحان میں نقل کرنے تک،قتل کے مقدمے میں جھوٹے ملزم ڈالنے سے لے کر یتیموں کی جائیداد پر قبضہ کرنے تک ہر جرم میں یہ طبقہ متحد اور منظم ہو گیا۔انہیں اپنی تنخواہوں کی کوئی فکر نہ ہوتی۔ بلکہ اکثر کے بقول ہم تنخواہیں تو فقیروں کو دے دیتے ہیں۔ یوں سرکاری ملازمین کی تنخواہیں پرائیویٹ سیکٹر کے مقابلے میں چوتھائی حصہ بھی نہ رہیں۔ایماندار جواب صرف چند ایک ہی تھے دو دو یا تین تین نوکریاں کر کے زندگی گزارنے لگے۔ استاد ٹیوشن پڑھاتے، کلرک رکشہ چلاتے اور افسر کہیں خاموشی سے دوسری نوکری کرتے جیسے ترجمہ کرنا، اکاؤنٹ بنانا یا وکیل کے کیس تیار کرنا وغیرہ۔دوسری جانب ہم نے تعلیم،صحت اور عام زندگی کو اتنا مہنگا کر دیا کہ ایک عام متوسط طبقے کے آدمی کا دم گھٹنے لگا۔رگوں میں اترتی ہوئی یہ کرپشن چھوت کی ایک بیماری تھی جس نے پورے معاشرے کو دیمک کی طرح یوں چاٹ لیا کہ بس چند ایک جگہیں سلامت رہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں انسانوں پر بدترین حاکم مسلط کیے جاتے ہیں۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ”جیسے تم ہو گے ویسے تمہارے حاکم“ اللہ اپنے نیک بندوں کو حکومت دے کر نہ تو ذلیل و رسوا کرنا چاہتا ہے اور نہ عوام کے اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں انعام کے طور پر نیک قیادت دی جائے۔لیکن جب مدتوں کی پھیلی بددیانتی کی اندھیری رات میں لوگ تڑپ اٹھیں، چیخ و پکار کرنے لگیں، بددیانتی کے اس بدبودار ماحول سے تنگ آ جائیں اور ان میں مظلوموں کی صدائیں شامل ہو جائیں تو پھر اللہ اپنے طور پر معاشرے کی تطہیر کا سامان پیدا کرتا ہے۔ناسور کی گلٹیوں کو آپریشن کے ذریعے نکال کر پھینکا جاتا ہے۔کرپشن کے عادی کو نشے کے عادی کی طرح بند کر کے رکھا جاتا ہے جسے qurantine کہتے ہیں۔اللہ اپنے عذابوں کی آمد سے پہلے وارننگ کے طور پر مصیبتوں کے پہاڑ گرانا شروع کرتا ہے۔لوگ پھر بھی نہ سنبھلیں تو پھر صفائی اور تطہیر کا مکمل آپریشن شروع ہو جاتا ہے اور کسی ماہر سرجن کی طرح اس وقت تک نہیں رکتا جب تک ناسور جسم سے اتار کر دور نہ پھینکا جائے۔ آپریشن میں اگر دیر ہو جائے تو مریض کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ فیصلہ بروقت ہے اور کرنے والی وہ ذات ہے جو اس دنیا کو جو اس کا باغ ہے، خوبصورت رکھنا چاہتی ہے۔ہم آپریشن تھیٹر کے دروازے میں داخل ہو چکے ہیں اور اس سے بڑی خوشخبری کسی قوم کے لیے کیا ہو سکتی ہے۔

……⋙ ۞ ⋘……

بقیہ: حادثات و سانحات……

پر فحش مناظر کی نمائش، کیا یہ نیکی کے کام ہیں کہ جن پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتیں؟ ایمان کے بعد تو گناہ کا نام ہی برا ہے، چہ جائیکہ اجتماعی سطح پر گناہ عام ہو جائیں ۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف!

یہ آئے روز کے حادثات، سانحات اور المناک واقعات اللہ کی طرف سے Warnings ہیں۔اگر ان سے ہم نے عبرت و نصیحت نہ پکڑی تو یہ بہت بڑی محرومی ہوگی۔ یہ حقیقت واضح رہنی چاہیے کہ حادثات و سانحات خود بخود وقوع پذیر نہیں ہوتے بلکہ یہ اللہ کے اذن سے وجود میں آتے ہیں۔ یہ الل ٹپ نہیں ہوتے،ان کے پیچھے کوئی خدائی حکمت ہوتی ہے۔سورۃ الحدید کی آیات 22 اور 23 میں فرمایا ”کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں یا تمہارے اپنے نفس پر نازل ہوتی ہو اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھ نہ رکھا ہو۔ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان کام ہے۔ (یہ سب کچھ اس لیے ہے) تاکہ جو کچھ بھی نقصان تمہیں ہو اس پر تم دل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ اللہ تمہیں عطا فرمائے اس پر پھول نہ جاؤ۔اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فخر جتاتے ہیں“۔

جو لوگ حادثات،مصائب و آلام سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی بجائے ان کو قوانین قدرت کی کارفرمائی اور ایک خود کار نظام کا نتیجہ گردانتے ہیں وہ بڑی گمراہی میں مبتلا ہیں۔اس سے پہلے کہ اللہ ان کی مہلت عمر ختم کر دے،انہیں اللہ کی جناب میں توبۃ نصوح کا اہتمام کرنا چاہیے۔ہم مسلمانان پاکستان کے لیے یہ بڑا کڑا وقت ہے۔یہ تجدید عہد،تجدید ایمان اور اللہ کے راستے میں تن، من، دھن لگانے کا وقت ہے۔اسی صورت میں ہم حالت عذاب سے نکل سکتے ہیں،ورنہ
ع ”ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں“

اعاذنا اللہ من ذلک۔

……⋙ ۞ ⋘……

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن
کے جاری کردہ
مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔
فون:3-35869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

”ابی جان کی ڈائری سے“

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی صاحبزادی امۃ المعطی کا مرحوم کی بیاض میں درج اُن کے پسندیدہ اشعار سے انتخاب —— جس سے ڈاکٹر صاحب مرحوم کی دین سے وابستگی اور ادبی ذوق کی عکاسی ہوتی ہے

جائے تیری ہی محبت میں مجھے وہ جان دے
عشق و کلفت میں رہے محفوظ وہ ایمان دے
منتشر رہتا ہے مکروہاتِ دنیا میں بہت
اس دلِ مضطر کو یااللہ اطمینان دے
(اکبرالٰہ آبادی)

☆

دم چیست پیام است شنیدی نہ شنیدی!
در خاکِ تو یک جلوۂ عام است نہ دیدی؟
دیدن دگر آموز ——!
شنیدن دگر آموز——!!
(اقبال)

”سانس (کی آمدورفت) کیا ہے؟ ایک پیغام ہے! تم نے (یہ پیغام) سنا یا نہیں سنا؟ تمہاری خاک کے اندر ایک جلوۂ عام موجود ہے' تم نے نہیں دیکھا؟ دوسری طرح کا دیکھنا سیکھو اور دوسری طرح کا سننا سیکھو!“

☆

کچھ تو ہوتے بھی ہیں الفت میں جنوں کے آثار
اور کچھ لوگ بھی دیوانہ بنا دیتے ہیں

☆

نفس ما ہم کمتر از فرعون نیست
لیکن او را عون ایں را عون نیست
(رومی)

”ہمارا نفس بھی فرعون سے کم (سرکش) نہیں' مگر اُس کے پاس قوت اور اقتدار تھا جو ہمارے نفس کے پاس نہیں ہے۔“

☆

ہر دو عالم خاک شد تا بست نقش آدمی
اے بہار نیستی از قدرِ خود ہوشیار باش!
(بیدل)

”آدمی کو وجود میں لانے کے لیے دو جہانوں کو خاک ہونا پڑا۔ اے انسان، اپنی قدر و قیمت سے آگاہ ہو کہ ہر رونق کو قربان کر کے تجھے وجود ملا۔“

☆

حرص قانع نیست بیدل ورنہ در کارِ حیات
آنچہ ما در کار داریم اکثرش درکار نیست
(بیدل)

”حریص آدمی قناعت سے محروم ہوتا ہے' ورنہ زندگی میں جن چیزوں کی ہم خواہش کرتے ہیں کہ ہمیں ان کی ضرورت ہے، ان میں سے اکثر کی ہمیں واقعتاً ضرورت نہیں ہوتی۔“

☆

تو اے مسافرِ شب خود چراغ بن اپنا
کر اپنی رات کو داغِ جگر سے نورانی
(اقبال)

☆

مفت کیوں اپنی جان کھوتا ہے
جو خدا چاہتا ہے ہوتا ہے
(اکبرالٰہ آبادی)

☆

ایں قدر گفتیم باقی فکر کن
فکر اگر جامد بود رو ذکر کن!
ذکر آرد فکر را در اہتزاز
ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز
(رومیؒ)

”اس قدر میں نے کہہ دیا ہے' آگے تم غور کرو۔ اگر تمہارے فکر میں جمود آ گیا ہے تو جاؤ ذکر کے ذریعے اُس کا علاج کرو۔ ذکر فکر میں حرکت اور استعداد پیدا کرتا ہے۔ یہ غمگین ساز ذکر کے لیے خورشید کی مانند ہے۔“

☆

فقرِ قرآں اختلاطِ ذکر و فکر
فکر را کامل نہ دیدم جز بہ ذکر
(اقبال)

”قرآن جس فقر کی تعلیم دیتا ہے وہ ذکر و فکر کے اشتراک پر مبنی ہے۔ ذکر کے بغیر میں نے فکر کو کامل نہیں دیکھا۔“

☆

ما ہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث دوست کہ تکرار می کنیم
(جامی)

”ہم نے جو کچھ پڑھا ہے اسے بھلا دیا ہے (کیونکہ اُس کی کوئی حیثیت نہیں) ہاں دوست کی باتیں (قرآن و سنت) یاد رکھی ہیں اور انہی کو بار بار پڑھ رہے ہیں۔“

☆

سرکشی نے کر دیے دھندلے نقوشِ بندگی
آؤ سجدے میں گریں، لوحِ جبیں تازہ کریں!
(حفیظ جالندھری)

☆

بانشۂ درویشی در ساز و دمادم زن
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن
(پیغامِ اقبال بنام ملت)

”درویشانہ نشے کے ساتھ تیاری میں لگے رہیے اور اپنے مشن کے ساتھ پرخلوص رہیے۔ جب پختہ ہو جاؤ تو پھر سلطنت جم (یعنی مخالف طاغوتی طاقت سپر پاور) کے ساتھ ٹکرا جائیے۔“

☆

نغمہ کجا و من کجا سازِ سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را
(اقبال)

”شعر و شاعری کہاں اور میں کہاں۔ شعر تو ایک انداز ہے۔ میں اپنی سی کوشش کرتے ہوئے بے مہار اونٹنی کو قطار کی طرف لے جا رہا ہوں۔“

☆

ترکِ دنیا کے خیالات کو دھوکہ پایا
غور جب ہم نے کیا سانس کو دنیا پایا
(اکبر)

☆

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
راہرو ملتے گئے اور قافلہ بنتا گیا

☆

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

''آسمان امانت کا بوجھ نہ اٹھا سکا اور قدرت نے مجھ دیوانے کے نام قرعہ نکال دیا۔یعنی انسان کو عقل وشعور دے کر آخرت کی جواب دہی کا ذمہ دار ٹھہرا دیا گیا''

☆

عقل کو کچھ نہ ملا علم میں حسرت کے سوا
دل کو بھایا نہ کوئی رنگ محبت کے سوا
(اکبرالٰہ آبادی)

☆

صوم ہے ایمان سے' ایمان رخصت صوم گم
قوم ہے قرآن سے' قرآن رخصت قوم گم
(اکبرالٰہ آبادی)

☆

ہم خدا خواہی و ہم دُنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں!

''تو خدا کا طالب بھی ہے اور کمینی دنیا کا بھی۔ یہ خیال ایسا ہے جو ناممکن ہے اور دیوانہ پن ہے۔''

☆

غلط عقیدہ ہے یہ تمہارا کہ جان واپس نہیں ملے گی
بعید شانِ کریم سے ہے کسی کو کچھ دے کے چھین لینا
(اکبرالٰہ آبادی)

☆

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ''ہم'' خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر
(اقبال)

☆

کیا ڈر ہے اگر ساری خدائی ہے مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے!

رفقاء ونقباء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ''قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر2 فیصل آباد'' میں
19/ستمبر2010ء، بروز اتوار (نماز عصر) تا25/ستمبر بروز ہفتہ

مبتدی تربیتی کورس

اور
24/ستمبر2010ء، بروز جمعہ (نماز عصر) تا26/ستمبر بروز اتوار

نقباء تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

مزید برآں
''قائداعظم یونیورسٹی کالونی مسجد اسلام آباد'' میں
26/ستمبر2010ء، بروز اتوار (بعد نماز عصر) تا2/اکتوبر بروز ہفتہ (نماز ظہر)

ملتزم تربیتی کورس

اور
یکم اکتوبر2010ء، بروز جمعہ (نماز عصر) تا3/اکتوبر بروز اتوار

نقباء تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ رفقاء اور نقباء ان کورسز میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت (042)36316638-36366638 0333-4311226

جہاد فی سبیل اللہ

اصل حقیقت' اہمیت ولزوم اور مراحل ومدارج

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جامع خطاب

اشاعت خاص: 40روپے اشاعت عام: 15روپے

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

حلقہ پشاور کے زیر اہتمام سہ ماہی اجتماعی

24 جولائی 2010ء کو جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ سعد اللہ جان کالونی پشاور میں حلقہ پشاور کا سہ ماہی اجتماع منعقد ہوا۔ رمضان المبارک کے حوالے سے اجتماع کا موضوع ''رمضان المبارک'' تھا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب امیر حلقہ میجر (ر) فتح محمد کی گفتگو سے ہوا۔ اجتماع کے پہلے مقرر ڈاکٹر حافظ محمد مقصود تھے۔ انہوں نے اپنے درس قرآن میں روزے کی غرض وغایت اور اس کے فلسفہ وحکمت پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ رمضان میں ہم روزے کی عبادت کے ذریعے اپنے نفس کو کمزور کر کے اور قرآن کے ذریعے اپنی روح کو تروتازہ کر کے قرب الٰہی حاصل کر سکتے ہیں۔ نماز عشاء کے بعد جان نثار نے حدیث مبارکہ ((خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ)) کی وضاحت کی۔ اور حاضرین مجلس کو قرآن مجید کے حقوق کی ادائیگی کی ترغیب دلائی۔ بعد ازاں ناظم حلقہ پشاور حافظ خورشید انجم نے اپنے تفصیلی خطاب میں روزے کی فضیلت کے حوالے سے حاضرین مجلس کو دعوت دی کہ وہ اس ماہ مبارکہ کے انوارات اور فوائد سمیٹنے کے لیے کمر ہمت کس لیں۔ انہوں نے 10 نکاتی لائحہ عمل بھی پیش کیا، جس میں تصحیح نیت، تعلق مع القرآن، گناہوں سے اجتناب، نیکی کی جستجو، قیام اللیل کا اہتمام، ذکر ودُعا، شب قدر اور اعتکاف کا اہتمام، انفاق فی سبیل اللہ (غرباء کی مدد کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے خرچ کرنا)، حقوق العباد کی ادائیگی، خدمت خلق اور دعوت الی القرآن کے اہم امور شامل تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں حتی المقدور اِن امور پر عمل کرنا چاہیے، تاکہ ہم من حیث القوم اس ماہ مبارکہ کی رحمتوں اور بشارتوں کے مستحق بن سکیں۔ ان کے خطاب کے بعد کھانے اور آرام کا وقفہ ہوا۔

نماز فجر کے بعد رفیق تنظیم اسلامی پشاور غربی عبد الناصر صافی نے درس قرآن دیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ رمضان المبارک میں کھانے پینے سے اجتناب کے ساتھ دیگر ممنوع کاموں سے بھی ہمیں بچنا ہے۔ درس قرآن کے بعد انفرادی ذکر وتلاوت اور ناشتے کا وقفہ ہوا۔ وقفے کے بعد انجینئر طارق خورشید نے قرآن اور رمضان کا باہمی تعلق واضح کیا اور حاضرین پر زور دیا کہ وہ اس ماہ میں اپنا تعلق قرآن سے جوڑ کر ہمیشہ کی کامیابی حاصل کریں۔ اس کے بعد تنظیم اسلامی نوشہرہ کے رفیق ڈاکٹر وقار الدین نے خود احتسابی کے حوالے سے پُرمغز گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس بات کی شعوری کوشش کرنی چاہیے کہ رمضان میں اپنے غصے پر قابو پائیں اور غیبت سے اجتناب کریں۔ اس لیے کہ یہی وہ چیزیں ہیں جن سے معاشرے میں فساد پیدا ہوتا ہے، لہٰذا ان سے بچنے کے لیے ہمیں بھرپور کوشش کرنی ہوگی۔ ان کے بعد راقم نے حقوق العباد اور رمضان کے موضوع پر گفتگو کی۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تقابل کرتے ہوئے واضح کیا گیا کہ ہمیں اقامت دین کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی بھرپور خیال رکھنا چاہیے۔ اس عمل سے ایک طرف تو رضائے الٰہی حاصل ہوگی اور دوسری طرف ہم لوگوں کے دلوں میں دعوت کے لیے جگہ بنا سکیں گے۔ اجتماع کے آخر میں امیر حلقہ نے رفقاء واحباب اور مسجد کی انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا۔ (مرتب: محمد جمشید عبد اللہ)

ماہ جولائی کے دوران تنظیم اسلامی نیوملتان کی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی نیوملتان آٹھ اُسروں اور 77 رفقاء پر مشتمل ہے۔ ماہ جولائی کے دوران مقامی تنظیم کے زیر اہتمام جو پروگرام ہوئے، اُن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

دروس قرآنی: جامع مسجد الہدیٰ شاہ رکن عالم بعد نماز فجر درس قرآن تسلسل سے ہوتا رہا —— چھ اُسروں میں باقاعدگی سے ہفتہ وار دروس ہوئے —— مضافاتی قصبہ بدھا سنت کی جامع مسجد عمر فاروق میں ہر ماہ کے پہلے اور تیسرے جمعہ کو مغرب تا عشاء انجینئر عطاء اللہ خان کا درس جاری ہے۔

نقباء کی میٹنگ: نقباء کی ماہانہ میٹنگ 3 جولائی کو الہدیٰ مسجد میں ہوئی۔ جس میں حاضری 90 فی صد رہی۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے ہوا، جس کی سعادت شوکت انصاری نے حاصل کی۔ بعد ازاں مرکزی ناظم دعوت وتربیت جناب رحمت اللہ بٹر کا خط پڑھ کر سُنایا گیا۔ جس میں رفقاء کو ذاتی محاسبے اور اپنی ذمہ داریوں کو بہتر انداز سے ادا کرنے کی ترغیب دلائی گئی تھی۔ اُسرہ جات کی کارکردگی کا جائزہ بھی لیا گیا اور پیش آمدہ مسائل کے بارے میں مشاورت ہوئی۔

پانچ روزہ دعوتی پروگرام: نیوملتان تنظیم کے چند رفقاء نے گزشتہ تین ماہ سے ایک نیا سلسلہ شروع کیا ہے، جس کے تحت مختلف مقامات پر 5 روزہ دعوتی وفکری پروگرام کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس بار یہ پروگرام 28 جون تا 2 جولائی جہانیاں منڈی میں ہوا۔ شرکاء نے پروگرام میں بہت دلچسپی لی۔ اِسی پروگرام کے شرکاء کی خواہش پر بعد ازاں 4 جولائی کو جہانیاں منڈی میں فہم دین کا پروگرام ہوا، جس میں سات احباب اور تین رفقاء نے شرکت کی اور پروگرام کو بہت سراہا۔ یہ پروگرام ہر دوسرے ہفتے ہو رہے ہیں۔

فہم دین پروگرام: اس ماہ فہم دین کے دو پروگرام ہوئے۔ ایک الہدیٰ مسجد میں، جس میں 5 افراد نے شرکت کی اور دوسرا جہانیاں منڈی میں، جس میں تین رفقا اور آٹھ احباب شریک ہوئے۔ دونوں پروگراموں میں مقامی امیر محترم تفہیم صاحب لیکچر دیتے رہے۔ انہوں نے اپنے لیکچرز میں دین کا ہمہ گیر تصور، فرائض دینی کا جامع تصور اور منہج انقلاب نبویؐ بیان کیا۔ ہر لیکچر کے بعد وہ شرکاء کو سوالوں کے جوابات بھی دیتے رہے۔ دونوں پروگرام کے اختتام پر شرکاء کو کھانا پیش کیا گیا۔

مظاہرے: ماہ جولائی کے دوران ملتان میں دو مظاہرے ہوئے۔ ایک مظاہرہ حلقہ جنوبی پنجاب کے تحت امریکی ڈرون حملوں کے خلاف چوک نواں شہر میں 10 جولائی کو ہوا۔ مظاہرہ میں حسب معمول بینرز، جھنڈوں، اور ٹی بورڈز کا استعمال کیا گیا۔ ہینڈ بلز بھی تقسیم کیے گئے۔ اس مظاہرہ میں نیوملتان تنظیم کے 35 رفقاء نے شرکت کی۔

دوسرا مظاہرہ 25 جولائی کو مقامی تنظیم کے تحت ہوا۔ مظاہرہ کے سلسلہ میں رفقاء مسجد الہدیٰ میں جمع ہوئے۔ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد امیر مقامی تنظیم انجینئر محمد عطاء اللہ خان نے رفقاء کو تفصیلی ہدایات دیں۔ انصاری چوک سے مظاہرہ کا آغاز ہوا۔ شرکاء شہر کے معروف چوک (چونگی نمبر 14) میں تقریباً پون گھنٹہ بینرز اور جھنڈے لے کر کھڑے رہے۔ عوام میں 2000 ہینڈ بل بھی تقسیم کیے گیے۔ یہ مظاہرہ جنسی بے راہ روی اور بے حیائی کے خلاف تھا۔

شب بیداری: 17 اور 18 جولائی کی درمیانی شب ماہانہ شب بیداری کا پروگرام ہوا۔ اس پروگرام میں 85 رفقاء واحباب نے شرکت کی۔

خصوصی خطاب جمعہ: 23 جولائی کو مرکزی ناظم دعوت وتربیت رحمت اللہ بٹر نے خطاب جمعہ کے دوران شادی بیاہ کے ضمن میں اصلاح کے حوالے سے گفتگو کی۔ بعد نماز جمعہ انجینئر محمد عطاء اللہ خان کا نکاح ثانی ہوا۔ (مرتب: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

all meant for us personally.

Second, we tend to misunderstand what contemplation means. Most Muslims believe it implies avoiding others, secluding oneself in special places to ensure the "deepest" possible thought-experience. But Allah says otherwise:

> "The ones who remember God while standing and while sitting and while lying on their sides; and who contemplate the creation of heavens and the earth..." [3:191]

These normal postures of man indicate the habitual phases of our days and lives and represent the natural course of our mundane experiences. The contemplation of God and His divine word is to take place at all times.

Others think reflection on the Quran requires so much knowledge of the Shariah and life that only qualified scholars may undertake it properly. Nothing could be further from the truth, for Allah says:

> "And very truly We have made the Quran easy for remembrance (contemplation). So is there anyone to remember" [54:17]

That is not to say that a place of peace and solitude is not at times desirable or conducive to reflection, or that having some knowledge of Quranic Sciences will not enhance one's contemplation. But to abandon pondering God's Word because of a perceived inability to understand it "properly", to inhibit the native impulse to ponder God and His speech --- this is completely contradictory to the purpose and message of the Quran itself.

Ghazali had this to say to those who would rationalize their continued failure to dwell on the Quran: "We have restricted our mention (of contemplation of the Quran) to just this much only for the purpose of inciting a yearning for it and offering encouragement to do it. Such is merely to make known, to whomever may be yet heedless of it, one of the absolute essentials of the Quran --- for the likes of one (whose mind) has not at all (pried) open the shells of the Quran to reveal its jewels."

بیابہ مجلس اسرار

اسلام کے معاشی نظام کے دو پہلو

اسلام کے معاشی نظام کے بھی دو پہلو ہیں، چنانچہ ایک جانب قانونی اور فقہی نظامِ معیشت ہے جس کے بارے میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ ایک نوع کی محدود (controlled) اور داخلی طور پر منضبط (internally managed) سرمایہ داری (Capitalism) ہے، اس لیے کہ اس میں انفرادی سرمایہ کاری کی اجازت موجود ہے، اگرچہ اسے "سرمایہ دارانہ نظام" بننے سے بعض تحدیدی اقدامات نے روک دیا ہے۔ دوسری طرف اسلام کا روحانی و اخلاقی نظامِ معیشت ہے جس کے بارے میں پورے انشراحِ صدر سے عرض کرتا ہوں کہ وہ ایک نہایت اعلیٰ قسم کی روحانی اشتراکیت (Spiritual Socialism) ہے اور ایک ایسا کامل سوشلزم ہے کہ اس سے بلند تر سوشلزم کا تصور ممکن ہی نہیں۔ اس لیے کہ سوشلزم یا کمیونزم میں تو پھر بھی انسانی ملکیت کا اثبات موجود ہے، اگرچہ انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی، لیکن اسلام اپنی اخلاقی و روحانی وصحیح تر میں الفاظ میں "ایمانی تعلیم" کی رو سے انسانی ملکیت کی کلّی نفی کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں بار بار یہ الفاظ آتے ہیں کہ ﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اس سب کا مالک صرف اللہ ہے۔" چنانچہ انسان کسی اور شے کا مالک تو کیا ہوگا، خواہ وہ زمین ہو یا مکان، اور ساز و سامان ہو یا روپیہ پیسہ، وہ تو خود اپنا اور اپنے وجود کا مالک بھی نہیں۔ اس کے ہاتھ پاؤں، اعضاء و جوارح اور جسم و جان اور اس کی کُل صلاحیتیں اور توانائیاں سب اللہ کی ملکیت ہیں اور وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں ان کا امین ہوں۔

اس اعتبار سے ہمارے ہاں بڑا کنفیوژن پایا جاتا ہے۔ سوشلسٹ ذہن رکھنے والے اہلِ قلم متذکرہ بالا مضمون کی آیات اور احادیث کو اکٹھا کر کے ہر شے کی ملکیت کی بھی کامل نفی کرتے رہے ہیں اور ضرورت سے زائد اپنے پاس رکھنے کی بھی، کہ جب ﴿قُلِ الْعَفْوَ﴾ (البقرہ:219) فرمادیا گیا، یعنی جتنا ضرورت سے زائد ہے اللہ کی راہ میں دے ڈالو۔ تو زائد چیز جبراً بھی وصول کر لی جائے گی۔ اس طرح وہ ایک کامل اسلامی سوشلزم کا نقشہ پیش کرتے رہے جبکہ دوسرے پہلو کو بالکل نظر انداز کرتے رہے۔ حالانکہ قانونِ وراثت بھی اسی قرآن میں موجود ہے، اور حضور اکرم ﷺ نے جو نظام برپا کیا تھا اس میں کہیں جبری مساوات دکھائی نہیں دیتی۔ بلکہ اس کے برعکس آزاد معیشت کے مواقع دیئے گئے تھے، کہ محنت کرو اور جائز ذرائع سے کماؤ، اور ان ذرائع سے تم جو کچھ کماؤ گے اس پر تمہارا حقِ تصرف یہاں تک تسلیم کیا جائے گا کہ اس کو وراثت میں منتقل بھی کیا جا سکے۔ دوسری طرف ہمارے ہاں بعض مفکرین اور اصحابِ قلم نے صرف اس قانونی نظام کو اتنا نمایاں کیا ہے کہ دوسرا پہلو دب کر رہ گیا ہے۔ یعنی ﴿قُلِ الْعَفْوَ﴾ کی آیت ان کی تقریر و تحریر میں آتی ہی نہیں!

Hassen A. Hassen Laidi

CONTEMPLATION: SEEKING THE JEWELS OF THE QURAN

One of the most brilliant minds in all of history, Abu Hamid al-Ghazali, says this in his famous book, *Jewels of the Quran*: "The Quran is like a fathomless ocean pearled with knowledge and gems of meaning. God has willed for His servants to seek these jewels out, and to grasp and behold them. Yet most of us who believe in the Quran still fail to act on this divine largess. We choose rather to wander the shores of an enigmatic ocean rather than dive its deeps and harvest its pearls and jewels."

Ghazali means to tell us that in our approach to the Quran, we should go beyond committing ourselves to recite and memorize it, that we ought not content ourselves with a general understanding of its outward meanings. It is shameless, he says, for a Muslim *not* to contemplate his or her Lord's divine Word and Message, an irretrievable loss.

Indeed, the Quran itself speaks of reflection on its sign-verses as being the duty of every Muslim:

> "A most-blessed Book have We sent down to you (O Muhammad ﷺ) so that they may contemplate its verses and so that those endowed with understanding may be ever-mindful (of its commandments)." [38:29]

Now, if you are like most Muslims today, you rarely take the time to ponder the Quran, to fathom the meanings of its surahs and sign-verses --- even as you read them. A thousand years after Ghazali wrote this book, this malaise yet ails Muslims. We mostly remain diverted from culling the jewels of the Quran --- the very malady this past master warned against.

What is your excuse for not contemplating the Quran? Here are my two reasons why Muslims today do not seriously endeavor to contemplate the Quran.

First, our insight into how vitally significant the Quran's deliberation is has failed. The key to recovering this inner vision is to apprehend that God has willed to impart the Quran's knowledge about the life of the world and the one to come as a matter of essential guidance *for* man, without which he cannot attain success. You know, of course, how the Quran famously began its discourse. But consider it in this light:

> "Read in the name of your Lord who created! He has created man from a clinging clot. Read! For your Lord is the Most Gracious (One), who has taught by the pen, has taught man what he has known not." [96:1-5]

This is command to contemplate --- emphasized in the iteration of the word "read" --- not only the Quran, but also the miraculous origin and nature of our own life and the evolution of our awareness.

Thinking about the Quran develops our understanding of life; and thinking about life deepens our attachment to the Quran, which in turn revives our faith in God and consolidates our trust in His promise and providence. Allah's magnificence, power, love, wisdom, and Sunnah --- His way with the world --- blended seamlessly into our world and lives, and ever-present through all their reaches --- reveal themselves unfailingly more by the light of our own contemplation. The disclosure that each moment of meditation thus brings us is of such luminous value because of the very fact that it is